"ہمارا پاکستان"

خطبہ صدارت

صوبہ پنجاب جمعیۃ علمائے اسلام کانفرنس لاہور

منعقدہ

۲۵-۲۶-۲۷ جنوری ۱۹۴۶ء مطابق ۲۰-۲۱-۲۲ صفر ۱۳۶۵ھ

از

شیخ الاسلام امام الہند حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی

مفسر قرآن رحمۃ اللہ علیہ جانشین شیخ الہند حضرت

مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ

[illegible] روڈ لاہور [illegible]

پاکستانی لٹریچر

مسلمان ایک مستقل قوم کیوں؟ (سید مجید علی)

ہمارا قائد (ضیاء الدین احمد سلہری)

جنگ پاکستان معرکۂ موت و حیات ۳ر

پاکستان ۶ر

جناح اور پاکستان (ایچ ٹی ٹی)

March of a Nation
By. F Aktar

...جناح - (ایم - ایچ سید)

Pakistan Expl...
By. Alp Arslan

...سب سے بڑی شخصیت
(محمد عبداللہ ...)

...ن عورت (ابوالکلام آزاد)

" (محمود خان)
۳۱۷

انقلاب آ رہا ہیں زمانے کے (محمود منگلوری)

فیصلہ ہندوستان (عبدالقدیر ہاشمی)

مقام جمال الدین افغانی (مبارز الدین رفعت ایم اے)

اسلام کے سیاسی تصورات (غلام دستگیر ایم اے) ۱۲ر

اسلام کے معاشی تصورات (")

مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش اول

" " دوم

" " سوم ۱۲ر

ہمارے ہندوستانی مسلمان (ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر) ۱۲ر

کالا پانی یا تاریخ عجیب (محمد جعفر تھانیسری)

محمد عبدہ (علامہ جمال الدین)

عہد نبوی کے میدان جنگ (محمد شمیل)

تاریخ سلطنت خداداد (محمود منگلوری)

ملنے کا پتہ

... بازار سریانوالہ - لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین
والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الانبیاء والمرسلین
وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین ؁

اما بعد ۔ آپ نے اپنے حسن ظن کی بنا پر جمعیۃ علمائے اسلام کی اس پہلی صوبائی کانفرنس کا صدر تجویز فرما کر مجھے جو عزت بخشی اس کی لاج رکھ لے۔ آپ کے نیک گمان کو میرے حق میں اپنے کالمہ سے سچا کر دکھائے۔ اور ایک ادنےٰ خادم دین کی قدر افزائی دین وملت کی کسی عظیم فلاح وکامرانی کی صورت میں سب بس یہی میری متضرعانہ دعا اور یہی میری طرف سے آپ کا شکریہ ہے۔ کیا میرے بھائی اس پر قناعت کرینگے؟

میں جلسوں کے آداب وحقوق اور منصب صدارت کے وفرائض سے نہ پوری طرح واقف ہوں نہ اپنی افتاد طبیعت سے انجام دینے کی صلاحیت وقدرت رکھتا ہوں۔ اس لئے اگر میں آپ کے تخمینہ یا عصری معیار کے مطابق کوئی خطبہ پیش نہ کر سکوں تو مجھے معذور

سمجھے ؛

میرا مشورہ تو دوسروں کے لئے بھی یہی ہے۔ کہ اب ہم مسلمانوں کے پاس اپنے قومی جہاز کو شدید ترین خوفناک گرداب بلا سے نکالتے ہوئے اتنا فضول وقت نہیں بچنا چاہئے۔ جسمیں اہم اور ضروری مقاصد کو چھوڑ کر ہم محض اپنی علمی قابلیت کا اظہار اور رسمی و زبانی شکریوں کی نمائش کیا کریں ؛

علما و مشائخ کے فرائض منصبی :۔ ہم مسلمانوں اور خصوصاً علماء ... کو اپنی مجالس عامہ و خاصہ میں تتبع کرنا چاہیے قرون اولی کی ... بے لوث مجالس کا۔ ان کی مختصر مگر پُرمغز تقریروں اور ... ن سلسلہ عمل کا۔ ان کی مشاورت اور تبادلِ آراء و افکار کے ... ل کا۔ ان کی نہایت ہی مخلصانہ تواصی بالحق اور تواصی بالصبر ... مر بالمعروف و نہی عن المنکر کا۔ اور اصلاح ذات البین ... نتیج گفتگوؤں کا۔ غرضیکہ اللہ سبحانہ و تعالےٰ کے اس مطرود ... نیاد پر ٹھیک ٹھیک عمل پیرا ہونے کا۔

... کثیر من نجواھم ... ن امر بصدقۃ او معروف او اصلاح بین الناس ؛

ان کی اکثر مجالس میں کوئی بھلائی نہیں بجز اس شخص کے جو امر کرے خیرات کا یا کسی اچھی اور معقول بات کا یا اصلاحِ ذات البین کا ؛

حضرت عثمان کا تاریخی فیصلہ:۔ اے حضرات علماء کرام! میں نہ کوئی خطیب ہوں نہ انشا پرداز، نہ سیاست داں، اور نہ گویائی کی ایسی ممتاز قوت رکھتا ہوں جس سے دوسرے حضرات محروم ہوں۔ بلکہ اگر آپ مجھے مجبور نہ کریں تو اس سے زیادہ ایک لفظ بھی بولنا نہیں چاہتا جو میرے جد بزرگوار خلیفہ ثالث حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ نے مدینہ طیبہ کے ممبر پر فرمایا تھا کہ

ایها الناس انکم الی امام فعّال احوج منکم الی امامِ قوّال ۔	اے لوگو! یقیناً تم کو زیادہ کلام کرنے والے سے بڑھ کر بہت زیادہ کام کرنے کی ضرورت ہے۔

مگر جب آپ حضرات نے محض اپنی مہربانی اور حسن ظن اس مقام پر کھڑا ہونے کے لئے مامور فرمایا ہے تو میرا فرض اپنی اور آپ کی بلکہ تمام لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ مسلمانوں کی صلاح و فلاح سے متعلق نظر بحالاتِ موجودہ جو خیالات ہیں وہ مختصراً بلا کم و کاست آپ کے سامنے رکھ دوں۔

میں آج "زندہ دلان پنجاب" کے ماحول میں اپنے اندر بھی کی زندہ دلی محسوس کرتا ہوں۔ اور مجھے امید ہے۔ کہ پاکستان کے قلب و جگر سے جو صدائے حق بلند ہو گی اس کی گونج اخوۃ اسلامی کی

عروق و شرائین کے ذریعہ بہت تیزی کے ساتھ تمام جسد پاکستان بلکہ
ملک ہند کے تمام اعضا میں پھیل جائے گی۔ اس وقت پورا حوالہ مجھے
یاد نہیں رہا۔ لیکن پورے جزم و وثوق کے ساتھ عرض کرسکتا ہوں کہ
اب سے تقریباً ساڑھے تین سو سال پہلے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ
نے اپنی کسی تحریر میں از راہ کشف ارشاد فرمایا تھا کہ آجکل رسول مقبول
صلے اللہ علیہ وسلم کی خصوصی توجہ یا نظر التفات شہر لاہور پر مرتکز ہے؂
رسُول اکرم محمد صلعم کی نظر کرم :- میں سوچتا ہوں کہ لاہور کے حق میں
...ں محبوب خدا اور آقائے دوجہاں کی وہ نظر کیمیا اثر خالی جا سکتی
...نگاہ لطف و کرم جس کی ایک معمولی جھپک ہزار سالہ بت پرست
...ن میں ولی کامل بنا دے۔ جو مدت کے بگڑے ہوئے شیطانوں
...یں درست اور پاک و صاف بنا کر فرشتوں کے زمرے میں
...ے۔ جو ذرا سی دیر میں قلوب و ارواح کی دنیا بدل ڈالے۔
...ر قوموں کی کایا پلٹ کر رکھ دے۔ کیا چند صدیوں کی مسافت
...ے لاہور کے مستقبل کو اس انقلاب آفریں نگاہِ تلطف کی عظیم
...تصرف کے فیض سے بالکلیہ محروم کر دیا ہوگا؟ ہرگز نہیں ان
...ی شان تو یہ ہے ؎

دُرفشانی نے تری قطروں کو دریا کر دیا　　دل کو روشن کر دیا آنکھوں کو بینا کر دیا

جو نہ تھے خود راہ پر دنیا کے ہادی بن گئے ٭ کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کر دیا

غور کیجیے "مُردے" اُس نظر سے صرف "زندہ" نہیں ہوئے بلکہ مسیحا بن گئے جن کی مسیحائی سے کروڑوں مُردہ دلوں کو حیات تازہ حاصل ہوئی

حضرت شیخ مجددؒ کا نعرۂ حق :-

یہ چیز بھی لائق غور ہے کہ شیخ مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ (جن کو لاہور کی یہ سعادت مکشوف ہوئی) وہی بزرگ ہیں جنہوں نے اکبر بادشاہ کی بنائی ہوئی قومیت متحدہ اور نام نہاد دین الٰہی کے مقابلہ پر تاریخی جہاد کیا تھا۔ ممکن ہے ان کے مذکورہ بالا کشف سے ادھر بھی اشارہ ہو کہ آگے چل کر جب قومیت متحدہ ایک دوسرے رنگ میں اور اکبر کا دین الٰہی گاندھی ازم کی شکل میں ظہور کرے گا۔ اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ گرامی اور التفات کی بدولت لاہور ہی وہ مقام ہو گا جہاں سے ان نئے بتوں توڑنے کی پہلی آواز بلند ہو گی، پھیلے گی، پھیلے گی اور گھیر لے گی۔

حضرت شیخ الہند کا آخری پیغام :-

بہر حال آج اس نئی مہم کا ابتدائی منظر ہمارے سامنے ہے "جداگانہ قومیت" کا عقیدہ تو ہمیشہ سے مسلمانوں کے جذر قلوب میں بطور ایک مفروغ عنہ مسئلہ کے مرتسم و متمکن ہے اور کانگریس کے

چند سالہ شور وغل سے پہلے کوئی اس پر نظر ثانی کی ضرورت بھی نہ سمجھتا تھا۔ چنانچہ حضرت شیخ الہند رحمتہ اللہ علیہ کے آخری پیغام صدارت میں جو جمعیتہ علمائے ہند کے اجلاس دہلی کے موقع پر حضرت کی وفات سے نو دن پہلے پڑھا گیا۔ ہندو مسلمان کے دو قوم ہونے کی تصریح موجود ہے۔ کسی شخص نے آج تک اس پر حرف گیری نہیں کی۔

ہاں ہندوستان کے مسئلہ کا پاکستانی حل ابتداءً لاہور کی آرام گاہ میں سونے والے ڈاکٹر اقبال مرحوم کے قلم سے ۱۹۳۰ء میں سامنے آیا۔ لیکن یہ نام "پاکستان" علامہ اقبال کا تجویز کردہ نہیں۔ بلکہ پیام اقبال کے ایک پُر جوش ...ردار چودھری رحمت علی صاحب نے ۱۹۳۲ء میں اس ...یز کو یہ نام دیا ہے۔ جو آگے چل کر اختصار کی وجہ سے ...ل میں مقبول ہو گیا۔ تقسیم ہند کی اس تجویز پر جس کا ...طلاحی نام پاکستان ہے اور جس کا اصل واضع علامہ اقبال ...رحوم ہے۔ آخر کار قدرے ترمیم و تغیر کے ساتھ آپ کے ...ں تاریخی شہر لاہور میں آل انڈیا مسلم لیگ نے مہر تصدیق ثبت کر دی۔ اور آج پاکستان جمہور مسلمانان ہند کے

لئے محض ایک گرمی اور جوش پیدا کرنے والا نعرہ نہیں۔ بلکہ ایک مضبوط اور اٹل سیاسی عقیدہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اب پاکستان کا نام آتے ہی اُن کے دلوں میں جذبات مسرّت و ابتہاج کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ اور وہ یہ محسوس کرنے لگتے ہیں۔ کہ ہمارا درخشاں مستقبل گویا ہماری طرف کو تیزی سے بڑھا چلا آرہا ہے۔ مسلمان جب اپنے نصب العین کے متعلق یہ یقین حاصل کر لے۔ اور مطمئن ہو جائے کہ اسلامی نقطۂ نظر سے وہ صاف، واضح، غیر مبہم اور بے غبار ہے۔ تو اُس کے حصول کے لئے اُسے کوئی قربانی بھاری نہیں معلوم ہوتی۔ دریا کے طوفان سے کھیلنے اور خون کے دریا میں کودنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ پھر وہ کسی دھمکی کو خاطر میں نہیں لاتا اور ولبھ بھائی پٹیل جیسے ناعاقبت اندیش مدعیوں کے چیلنج کو بہت خوشی اور اطمینان کے ساتھ منظور کرتا ہے۔

دورِ جاہلیت کی تاریکیاں :-

حضرات! اب ذرا آپ تیرہ سو اٹھتر برس پیچھے لوٹ جائیے۔ دیکھئے۔ دنیا کی فضا کس قدر بھیانک اور کیسی تاریک نظر آ رہی ہے۔ ہر جگہ ظلم و ستم، کفر و شرک، عصیان و طغیان، جبر و استبداد، وحشت و بہیمیت اور شیطانی طاقتوں نے کس طرح پرے جما رکھے ہیں۔ امن و اطمینان کی ایک کرن بھی کسی طرف نظر نہیں آتی تیرہ و تار گھٹاؤں نے دن کو رات بنا دیا ہے۔ ان ہی خوفناک اندھیریوں میں دفعتہً مکہ کی پہاڑیوں پر ایک چمک دکھائی دی۔ رحمت کا بادل زور سے گرجا اور کڑکا۔ دیکھنے والوں نے دیکھا جبل النور کی چوٹی سے دنیا کا ہادی اور شہنشاہ اکبر کا ابرِ اعظم چمکتا اور گرجتا ہوا بارانِ رحمت کو ساتھ نزول اجلال فرما رہا ہے اللہم صل علی سیدنا محمد وعلیٰ آل سیدنا محمد الف الف صلوٰۃ و سلام۔

سرورِ عالم کی تعلیمات :-

تھوڑی سی مدت گذری کہ مکہ کی فضا میں بہت عجیب و

غریب تغیر پیدا ہونا شروع ہوا۔ ایک طرف سے رحمۃ للعالمین
کا دست شفقت دراز تھا اور دوسری جانب اس کا جواب
ہرزہ سرائیوں، دشنام طرازیوں بلکہ بعض اوقات اینٹ
اور۔۔۔ پتھر سے دیا جا رہا تھا۔ نور وظلمت کی اس کشمکش میں
حضور انور کے ساتھ جو چند سعید روحیں آپ کے پیغام
کی حقیقت کو سمجھ چکی تھیں، دشمنوں کے ظلم وستم کی آماجگاہ
بنتی رہیں۔ رشد وہدایت کے اس سراج منیر کو جس قدر اپنی
پھونکوں سے بجھانے کی کوشش کی جاتی اسی قدر زور
سے اسکی روشنی بھڑکتی تھی۔ آپ برابر اس قوم کو سمجھایا
کیئے کہ تمہارے لیئے دارین کی کامیابی اور فلاح میری پیروی
میں ہے۔ آؤ کہ دنیا کی حکومت اور آخرت کی سعادت
کا تاج تمہارے سروں پر رکھ دوں۔ مگر وہ کچھ ایسے غفلت
کے نشہ میں سرشار تھے کہ آپ کی ساری دردمندی اور
نیک خواہی کا جواب متمردانہ استکبار اور ناشائستہ سب وشتم
سے دیتے رہے۔ آپ کے جان نثار اصحاب جن کے سینے
اللہ تعالیٰ نے ایمان وعرفان کے لیئے کھول دیئے تھے
جور وستم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ مدت دراز تک ایسے ایسے

زہرہ گداز مظالم سے ان کو دوچار ہونا پڑا جن کی مثال شائد کسی امت کی تاریخ میں نہ مل سکے مسلسل تیرہ سال تک ایسے سخت امتحان و آزمائش کی چکی میں پستے رہے۔ جس کے پڑھنے اور سننے سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ ایک عرصہ تک قوم کی طرف سے ایسا سخت بائیکاٹ کیا گیا۔ کہ درختوں کے پتے اور جنگل کی گھاس کھانے کی نوبت آگئی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اعلیٰ اور مقدس نصب العین یہ تھا کہ اللہ کی زمین پر اللہ کی حکومت قائم فرمائیں اور اس کے نائب السلطنۃ کی حیثیت سے اس کا آخری ابدی، اکمل اور عالمگیر قانون نافذ کریں۔

لیکن مکہ میں جہاں کفار کا غلبہ تھا، ایسا موقعہ کہاں میسر تھا۔ آزاد حکومت قائم کرنے کے لیئے ایک آزاد مرکز و مستقر کی ضرورت تھی۔

یثرب کا پاکستان :-

کوئی ایماندار آدمی اس حقیقت سے انکار نہیں کرسکتا کہ اگر خداوند قدیر چاہتا تو ان ہی مٹھی بھر مظلوم و مجبور مسلمانوں کو اُن سب پر غالب کر دیتا۔ اور اُن کے دشمنوں کو دفعتہً کچل

کر تباہ کر ڈالتا۔ مگر حکمت آلہیہ کا تقاضا یہ تھا کہ اُمت مرحومہ ہر قدم پر اس عالم اسباب کے محکم نظام کے ماتحت اپنے نبی سے سبق حاصل کرے۔ اور زندگی کے ہر ایک روشن یا تاریک دور میں اپنے مستقبل کی تعمیر کا کام سیکھے۔

اس لیئے اُس ناسازگار فضا میں سیاست و حکمت کا ایک نیا باب کھولا گیا۔ یعنی یہ کہ اسلام کے لیئے مکہ سے ہٹ کر (جو اس وقت دار الحرب تھا) کوئی ایسا مامن و مسکن بناؤ جو اگرچہ ابتداءً مکمل طور پر دار الاسلام نہ کہلا یا جا سکے تاہم اسلام وہاں آزاد ہو اور کم از کم اپنے پیروؤں پر اپنا قانون بے روک ٹوک نافذ کر سکے۔ پھر جب تائید ربانی سے مسلمانوں کا وہ آزاد مرکز دائرہ اسباب میں مضبوط اور طاقتور ہو جائے (خواہ وہ کتنا ہی محدود پیمانہ پر ہو) تو اس مرکز سے اسلام کو اپنے اصلی عزائم کے فروغ اور وسعت دینے کا موقعہ مل سکے۔ اسی نقطۂ نگاہ کے ماتحت شہر یثرب کو (جو حضور کی تشریف آوری کے بعد مدینۃ النبی بن گیا) مرکز توجہ بنایا گیا۔ ہجرت سے پہلے وہاں کی زمین ہموار کیگئی۔ اور حضور اکرم کی تشریف بری سے پہلے بہت سے چیدہ و برگزیدہ اصحاب کو وہاں بھیجا گیا تاکہ اللہ کے حسب ہدایت نائب کی حکومت قائم کرنے کیلئے (جس سے ساری روئے زمین پر قرآنی سیاست اور آسمانی حکومت کا صور پھونکا جانیوالا تھا) رستہ صاف کریں۔

پاکستان اولیٰ کی فتوحات :-

مکہ کے رہنے والے دشمن بھی اس نتیجہ سے غافل نہ تھے۔ انہوں نے ہر طرح اس تحریک کو ناکام بنانے کی کوشش کی مگر وہ خود ناکام رہے۔ اور مشیتہ الٰہیہ کے زبردست ہاتھ نے آخرکار اپنے رسولِ مقبولؐ کی تاریخی ہجرت سے مدینہ طیبہ میں ایک طرح کا پاکستان قائم کر دیا۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مدینہ پہنچنا تھا کہ نورِ اسلام، ظلمتِ کفر پر حسیّ رنگ میں غالب آنا شروع ہو گیا۔ اور گو وہاں اُس وقت تک بہت سی ناپاک ہستیوں کی موجودگی سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ مگر اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ پاک اور طاہر و مطہر بندوں کی پاکی اسطرح مدینہ کے در و دیوار پر چھا گئی کہ اب کسی پلید اور ناپاک ہستی کیلئے اُبھرنے کا موقعہ باقی نہ رہا۔ اندریں حالات کفارِ مکہ کو یہ فکر دامنگیر تھی کہ اسلام کے پودے کی جڑ مدینہ کی سرزمین میں انصارِ مدینہ کی آبیاری سے مضبوط ہوتی جا رہی ہے۔ کوشش ہونی چاہیئے کہ تناور درخت بننے سے پہلے ہی اُسکی جڑ نکال دی جائے۔ اسطرح کے مشورے ہوتے تھے، منصوبے باندھے جاتے تھے، سازشیں اور تیاریاں کی جا رہی تھیں کہ اسی اثناء میں چند قدرتی اور ناگزیر اسباب کی بنا پر وہ مشہور و معروف معرکہ پیش آگیا جو اسلامی تاریخ میں غزوۂ بدر کے نام سے موسوم ہے۔

دارالحرب کے ضعفاء۔ "یوم بدر" کو قرآن نے "یوم الفرقان" کہا ہے کیونکہ اس نے حق و باطل، اسلام و کفر، اور موحدین و مشرکین کی پوزیشن کو بالکل جُدا کر کے دکھلادیا۔ بدر کا معرکہ فی الحقیقت خالص اسلام کی عالمگیر اور طاقتور برادری کا سنگ بنیاد اور حکومت الٰہیہ کی تاسیس کا دیباچہ تھا۔ والذین کفروا بعضھم اولیاء بعض کے مقابلہ میں جس خالص اسلامی برادری کے قیام کی طرف سورۂ انفال کے خاتمہ پر" الا تفعلوہ تکن فتنۃ فی الارض وفساد کبیر" کہہ کر توجہ دلائی تھی، اس کا صریح اقتضاء تھا کہ اس اسلامی برادری کا کوئی طاقتور اور زبردست مرکز حسّی طور پر بھی دنیا میں قائم ہو۔ جو ظاہر ہے کہ جزیرۃ العرب کے سوا نہیں ہوسکتا تھا۔ جس کا صدر مقام مکہ معظمہ ہے۔ انفال کے اخیر میں یہ بھی جتلا دیا گیا تھا کہ جو مسلمان مکہ وغیرہ سے ہجرت کر کے نہیں آئے اور کافروں کے زیر تسلط زندگی بسر کر رہے ہیں دارالاسلام کے آزاد مسلمانوں پر ان کی ولایت و رفاقت کی کوئی ذمہ داری نہیں۔ "مالکم من ولایتھم من شئ حتی یھاجروا" ہاں حسب استطاعت ان کے لئے دینی مدد بہم پہنچانی چاہئے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ مرکز اسلام

میں موالاۃ واخوۃ اسلامی کی کڑیوں کو پوری مضبوطی کے ساتھ جوڑنے کے لئے دو صورتوں میں سے ایک ہونی چاہیئے۔ یا تمام عرب کے مسلمان ترک وطن کر کے مدینہ آجائیں اور اسلامی برادری میں بے روک ٹوک شامل ہوں۔ اور یا پھر آزاد مسلمان اپنی مجاہدانہ قربانیوں سے کفر کی قوۃ کو توڑ کر جزیرۃ العرب کی سطح ایسی ہموار کردیں کہ کسی مسلمان کو ہجرت کی ضرورت ہی باقی نہ رہے۔ یعنی سارا جزیرۃ العرب خالص اسلامی برادری کا ایسا ٹھوس مرکز اور غیر مخلوط مستقر بن جائے۔ جس کے دامن سے عالمگیر اسلامی قومیت کا نہایت محکم اور شاندار مستقبل وابستہ ہوسکے۔ یہ دوسری صورت ہی ایسی تھی جس سے روز روز کے فتنہ وفساد کی بیخ کنی ہوسکتی تھی۔ اور مرکز اسلام کفار کے بیرونی فتنوں سے پاک وصاف اور آئے دن کی بدعہدیوں اور ستم رانیوں سے پوری طرح مامون ومطمئن ہوکر تمام دنیا کو اپنی عالمگیر برادری میں داخل ہونے کی دعوت دے سکتا تھا۔

غلبۂ اسلام :-

اسی اعلیٰ اور پاک مقصد کے لئے مسلمانوں نے ۲ھ ہجری میں پہلا قدم میدانِ بدر کی طرف اُٹھایا تھا۔ جو آخر کار رشمہ

ہیں مکہ معظمہ کی تطہیر اور فتح عظیم پر منتہی ہوا۔ جو فتنے اشاعت یا حفاظت اسلام کی راہ میں مزاحم ہوتے رہتے تھے۔ فتح مکہ نے ان کی جڑوں پر تیشہ لگا دیا اور چند سال بعد اللہ تعالیٰ کی رحمت اور سچائی کی طاقت سے مرکز اسلام ہر قسم کے وساوس کفر و شرک سے پاک ہو گیا۔ اور سارا عرب متحد ہو کر شخص واحد کی طرح تمام عالم میں نور ہدایت اور اسلام کا پیغام اخوت پھیلانے کا کفیل و ضامن بنا اور اس طرح پورا جزیرۃ العرب ساری دنیا کے لئے پہلا عقیدتی پاکستان بن گیا۔ فللّٰہ الحمد علیٰ ذالک۔

یہ ہے مختصر سی تاریخ اس اُمت کے پہلے دور کی

حضرت امام مالکؒ کا قول حکیمانہ :-

امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا تھا کہ اس اُمت کا آخر بھی اسی چیز سے درست ہو سکتا ہے جس سے اُس کا اوّل درست ہوا تھا۔

آئیے۔ اس حکیمانہ قول کی روشنی میں ہم اُمت کے اس پچھلے دور کا جائزہ لیں۔

کہنے کو آج ہم مسلمان دُنیا میں ستّر کروڑ اور صرف ملک ہند میں تقریباً دس کروڑ ہیں۔ لیکن ہماری غفلت، حماقت آویزش فشل اور افتراق و انتشار نے اس کثرتِ عدد کے باوجود ہم کو مفلوج،

بے جان یا نیم جان کر کے چھوڑ دیا ہے۔ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی قوّتِ ایمانی اور جذبۂ اسلامیت سے اگر موازنہ کیا جائے تو شاید ہم ستّر کروڑ کا مجموعہ ان کے ستّر افراد کے ہموزن بھی نہ نکل سکے۔ ہندوستان ہی میں دیکھ لیجیئے جس پر ہم نے صدیوں تک حکومت کی اور جہاں ہم اب تک محمد بن قاسم، محمود غزنوی اور شہاب الدین غوری وغیرہ کے ناموں پر فخر کرتے رہتے ہیں۔ آج ہماری حالت اس برّ کوچک میں کیا ہے۔

ہم یہاں ہر طرح لٹے ہوئے اور پامال کیئے ہوئے ہیں۔ کسی شعبۂ زندگی میں ہمارا اقتدار امتیاز باقی نہ رہا اسلامی حکومت کے خاتمہ کے ساتھ ہمارے سیاسی، اقتصادی، تمدّنی اور اخلاقی نظام سب تباہ ہو گئے۔ نسلی، قبائلی، طبقاتی اور مذہبی تعصبات اور تنگ نظریوں نے ہماری قبائے قومیّت کو تار تار کر دیا۔ "سامراج" کے علمبرداروں اور "رام راج" کے طلبگاروں نے مل کر ہمارے اجتماعی نظام کا شیرازہ بکھیر دیا۔ نہ مادّی طاقت ہمارے ہاتھ میں رہی نہ روحانی قوّت کا ذخیرہ محفوظ رہ سکا۔ ہم اپنے جس گوشۂ زندگی پر نظر ڈالتے ہیں وہ ہی کیفیت ہو گئی کہ:-

"تن ہمہ داغدار شد پنبہ کجا کجا نہم"

ہندوستان کی جنگِ آزادی:۔

ہنگامۂ ۱۸۵۷ء کے بعد ایسی بُری طرح ہم کو کُچلا گیا کہ مدّت تک موت کی سی بے ہوشی سارے ملک پر طاری رہی۔ کچھ افاقہ ہُوا تو چاروں طرف مایوسی کی گھٹا چھائی ہوئی تھی۔ مایوسی کے بعد حکومت کے سامنے چاپلوسی اور خوشامد کا دور آیا۔ پھر مدّت کے دبے ہوئے جذبات کچھ اُبھرنے شروع ہوئے۔ یہاں کے حاکموں نے جب دیکھا کہ موت کی نیند سونے والے کچھ کروٹیں بدلنے اور جُھرجُھری لینے لگے ہیں، تو اُنہوں نے معروضات اور گذارشات پیش کرنے کا راستہ سُجھا دیا۔ مبادا یہ تازہ حرکت اُٹھتے ہوئے جذبات اور بیدار کُن احساسات کے نکلنے کا کوئی دوسرا خطرناک راستہ اختیار نہ کرلے۔ معروضات کی منزل سے گذر کر اوّل نرم پھر گرم لہجہ میں مطالبات کا آغاز ہوا۔ تا آنکہ پہلی جنگ عظیم کے ختم ہونے پر مسلمانوں کے سامنے خلافتِ اسلامیہ کے زوال نے ایک نئی اور زوردار تحریک کھڑی کردی۔ تحریکِ خلافت کا سیلاب اس جوش وخروش سے اُمنڈا، جس کی نظیر اس سے پہلے کی تاریخ میں نہیں مل سکتی۔ ملک کا گوشہ گوشہ خلافت اور ترکِ موالات کے

نعروں سے گونج اُٹھا۔ یوں کہئے کہ ۱۸۵۷ء کے بعد سے اس قدر ہمہ گیر، شجاعانہ، گرمجوش اور بے پناہ مظاہرہ یہاں کے زمین و آسمان نے نہ دیکھا تھا۔

انڈین نیشنل کانگرس :۔

مسلمانوں نے اس خالص اسلامی مقصد کی خاطر عظیم الشان جانی ومالی قربانیاں پیش کیں۔ قدرتی طور پر کچھ حالات اُسی دوران میں ایسے پیش آئے کہ ہمسایہ اقوام بھی ہمارے ساتھ رَل مل گئیں اور نام نہاد انڈین نیشنل کانگرس نے موقع غنیمت دیکھ کر اس نیم مذہبی اور نیم سیاسی تحریک کو اپنا لیا۔ کوئی ہوش مند، باخبر اور ذی انصاف آدمی انکار نہیں کر سکتا کہ سمندر کی طوفانی موجوں کی طرح اُمنڈتے ہوئے مسلمانی جوش و ایثار ہی نے اُس وقت کانگرس کے قالب میں روحِ حیات پھونکی اور برطانوی قہرمانیت کا خوف و ہراس عام پبلک کے دلوں میں سے نکالا۔ اب لوگوں کو جیل بلکہ پھانسیوں کا ڈر بھی خوفزدہ نہ کرتا تھا۔ بلکہ بڑی حد تک یہ چیزیں مفاخر میں شمار ہونے لگیں۔ یہ بہت بڑا فائدہ تھا جو اس تحریک سے ملک کو حاصل ہوگیا۔ یہ ملی سیاست بدون کسی تمیز و تمحیص کے کچھ عرصہ

تک چلتی رہی۔

شاطران بساط حکومت بھی اس سے غافل کب ہو سکتے تھے، وہ بھی اِس کے توڑ کے لئے نئے نئے چال بچھاتے رہے۔ بہادر مسلمان کی سادہ دلی اور عیار ہندو کی تنگ نظری اور بنیا ذہنیت کو وہ خوب سمجھتے تھے۔ آخر کبھی شُدھی، کبھی سنگٹھن اور کبھی نہرو رپورٹ جیسی افتراق انگیز اور اشتعال آمیز تحریکات و تجاویز سے یہاں کے مسلمانوں کو دوچار ہونا پڑا۔ دریائے سیاست کا یہ جزر و مد برابر تھوڑے تھوڑے وقفہ سے جاری رہا کیا۔ تا آنکہ ایکٹ ۱۹۳۵ء کے ماتحت انتخابات ۱۹۳۷ء کے بعد ہندوستانی وزارتیں بن گئیں۔ گویا ہندو کو اب موقع ہاتھ آگیا کہ اپنے صوبوں میں، خود غرضی، تنگ نظری اور اپنے اُن ناپاک خواہشات و عزائم کا زور و قوت سے ظاہرہ کرے جو ابھی تک ذرا مستور تھے اور کبھی کبھی بطور مکر و کید بہ روئے کار آئے تھے۔

کانگرس وزارتیں:۔

کانگرس کی ڈھائی سالہ وزارتوں میں جو دردناک سفاکانہ اور وحشیانہ مظالم مسلمانوں پر کئے گئے۔ ہیں ان کی

تفصیل کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ کیونکہ وہ مدّت سے منظرِ عام پر آچکے ہیں۔ اور "ڈان" نیز "منشور" کے پچاس ساٹھ نمبروں میں مسلسل شائع کئے گئے ہیں۔

"واردھا سکیم" اور "ودیا مندرا سکیم" کو آپ بھولے نہ ہونگے جن کی مذمّت تمام مسلم جماعتوں نے متفقہ طور پر کی۔ مگر مسلمانوں کے دین و اخلاق کو نقصان پہنچانے اور ان کی تاریخ کو بھلا دینے والی یہ اسکیمیں سب مل کر بھی کانگریسی وزارتوں سے منسوخ نہ کرا سکے۔ مسلمانوں نے آخر سمجھ لیا کہ جب ہندو کا نشۂ حکومت و زارتی اقتدار میں اس قدر تیز ہے، تو آزاد حکومت میں کیا کچھ نہ ہوگا۔ اُنہوں نے طے کر لیا کہ ہندوستان کے سیاسی مسئلہ پر از سرِ نو غور کیا جائے۔ اور اونچ ذات ہندو اکثریت کے بل بوتہ پر پورے ملک میں جو اقتدار حاصل کرنا چاہتا ہے، اُس سے آزاد رہنے کی کوئی تدبیر سوچی جائے۔

کیا کوئی حسّاس مسلمان اپنی خوشی سے یہ منظور کر سکتا ہے کہ دس کروڑ فرزندانِ اسلام انگریز کی جگہ ہندو کے غلام بن کر رہیں۔ یا انگریز و ہندو کی ڈبل غلامی کو ہمیشہ کے لئے قبول کر لیں۔

مسلم لیگ کا تاریخی فیصلہ :-

مسلمانوں کی سب سے بڑی سیاسی جماعت آل انڈیا مسلم لیگ نے ان تمام خطرات و عواقب کا اندازہ لگا کر جو زمانہ ماضی کی رلی ملی سیاست سے پیدا ہو سکتے تھے آخر کار آپ کے اسی تاریخی شہر میں دو ٹوک فیصلہ کر لیا - کہ جس طرح ہندو، مسلمان دو الگ الگ قومیں ہیں، ان کی سیاست اور مرکز حکومت بھی اب الگ الگ رہنا چاہیئے - انہوں نے اپنے سب سے بڑے ہادی اور دنیا کے سب سے بڑے مصلح اور خداوند قدوس کے سب سے بڑے پیغمبر کی سیرت طیبہ پر ایک نظر ڈالی جو ہم مختصراً اس خطبہ کے آغاز میں آپ کو سنا چکے ہیں - اس کی صاف روشنی میں وہ سمجھ گئے کہ ہندوستان کے اس برِّ کوچک میں سے ہم کو ایک ایسا خطہ حاصل کر لینا چاہیئے جو نسبتاً چھوٹا اور محدود ہی کیوں نہ ہو - مگر وہاں ہم پوری آزادی کے ساتھ اپنے آسمانی قانون کے موافق اپنے مذہب، اپنے علوم و معارف، اپنی تاریخی روایات، قومی خصائص اور تہذیب و معاشرت کی حفاظت کر سکیں - اور اللہ سبحانہ و تعالےٰ کی توفیق و دستگیری سے اس بے مثال قانون عدل و حکمت کا کوئی چھوٹا سا نمونہ قائم کر کے دنیا کو دکھلا دیں کہ قرآن کی -

حکومت جبر و استبداد اور ظلم و ستم کی حکومت نہیں بلکہ وہ تمام اقوام اور بندگانِ خدا کے لیے انصاف، رواداری، رحمت و رأفت اور امن و سلام کا پیغام ہے۔

خوش نصیبی سے خود قدرت نے ہندوستان میں آبادی کی تقسیم ایسے نہج پر کردی ہے کہ ہمارے لیے مروجہ اصول سیاست کے موافق ایسے خطہ کا حاصل ہو جانا ممکنات سے ہے یعنی مسلم اکثریت والے صوبوں میں ایک ایسا مرکز قائم ہو سکتا ہے۔ جہاں آزادی حاصل ہونے پر مسلمان اپنے نیک عزائم اور قومی رجحانات کو فروغ دے سکتے ہیں اور وہ ایک ایسی طاقت حاصل کر سکتے ہیں جو نہ صرف ان مسلم صوبوں میں ان کی آزادی کی ضامن ہوگی۔ بلکہ اپنی اُس اقلیت کے تحفظات کا بھی اچھا انتظام کر سکے گی۔ جو ہندو اکثریت والے صوبوں میں آباد رہیگی اسی آزاد اسلامی خطہ کو آج پاکستان کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

حقیقت پاکستان

آغاز خطبہ میں میں نے مدینہ کے پاکستان کا ذکر کیا تھا یہ تو جسارت اور بے ادبی ہوگی کہ کوئی شخص ہند کے اس پاکستان کو اس کے مماثل قرار دے چہ نسبت خاک را با عالم پاک ہاں جس طرح آپ ایک بوسیدہ بے حیثیت پھٹے پرانے کپڑے کا ذرا سا ٹکڑا یادا اسی کمترین نذرانہ

کی دوکان پر بطور نمونہ پیش کر کے فرمائش کرتے ہیں کہ اس کپڑے کا ایک بڑا قیمتی تھان نکال دو حالانکہ اس تھان اور اس کترن میں کچھ بھی نسبت نہیں ہوتی۔ ایسے ہی ہم ایک ادنیٰ اور حقیر نمونہ کی حیثیت میں ہندی پاکستان کا تذکرہ کرتے وقت اس اعلیٰ مدنی پاکستان کا ذکر کرتے ہیں۔ آخر ہم اپنے تمام وظائفِ شرعیہ مثلاً نماز، حج وغیرہ کو اسی وقت معتبر و مستند سمجھتے ہیں جب وہ سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے موافق ہوں تو کیا الیا کہنے سے کوئی شخص یہ گمان کرسکتا ہے کہ ہماری نمازیں اور ہماری عبادتیں اسی درجہ اور اسی مرتبہ کی ہوں گی جو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کو حاصل تھا؟ ظاہر ہے کہ ہماری سینکڑوں برس کی عبادتیں بھی آپ کے ایک مرتبہ سبحان اللہ فرمانے کی برابر نہیں ہو سکتیں۔ لیکن موضع استدلال میں تو ہر چیز کیلئے قرآن و سنت کی سند ہی پیش کی جاتی ہے۔ بہرحال عامۂ مسلمین نے ایک قطعی فیصلہ کر لیا ہے کہ ہندوستان کے ایک حصہ کو پاکستان بنایا جائے جو اسلامی ثقافت و دیانت اور سیاست و حکومت کا آزاد مرکز ہو۔

نظامِ پاکستان :- پھر جسطرح رات کی تاریکی آہستہ آہستہ کم ہوتی اور دن کی روشنی بتدریج پھیلتی ہے۔ یا جسطرح ایک پرانا مریض دھیرے دھیرے صحت کی طرف قدم اٹھاتا ہے۔ دفعتہً و بغتۃً بیماری سے چنگا نہیں ہو جاتا، اسی طرح پاکستان ہماری قومی صحت اور ہماری مکمل ترین آزادی کے نصف النہار کی طرف تدریجی قدم اٹھائیگا۔

آخر مدینہ کا اعلیٰ پاکستان بھی تو اپنے عظیم الشان مرتبہ کے موافق بتدریج ہی حدِ کمال کو پہنچا تھا۔ شروع میں مکہ سے خاص خاص صحابہؓ مدینہ تشریف لے گئے۔ جنھوں نے سطح ہموار کی۔ آج ہندی پاکستان کے لئے بھی اکثر غیر پاکستانی مسلمان آکر مقامی برادران اسلام کے تعاون سے اسی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔

یہ غیر پاکستانی بیشک ترک وطن کر کے نہیں آئے اور وہ سمجھتے ہیں کہ پاکستان کے قیام سے ہم کو براہ راست وہ نفع نہیں پہنچے گا۔ جو پاکستانی مسلمانوں کو پہنچ سکتا ہے پھر بھی وہ اپنی قوم کے دو تہائی سے زیادہ افراد کی آزادی اور خوشحالی میں حائل ہونا نہیں چاہتے۔ بلکہ بڑے خلوص و شوق سے ان کی آزادی میں ساعی ہیں۔ اور اس کے لئے تدبیریں اور دُعائیں کرتے ہیں۔ گویا وہ زبانِ حال سے کہہ رہے ہیں کہ جس طرح مکہ کے مہاجرین تمام آخر مکہ کے مستضعفین کو وہیں چھوڑ کر اور اللہ کے سپرد کر کے چلے آئے تھے۔ اور اپنے معابد وغیرہ کو بھی ساتھ نہ لے جا سکے تھے۔

پاکستان کی حدود:

آپ لوگ بھی ہم سے تھوڑی دیر کے لئے قطع نظر کر کے مکمل آزادی حاصل کر لیں، کیا بعید ہے۔ کہ جیسے مدینہ کا پاکستان انجام کار فتح مکہ پر منتہی ہوا۔ اور سارے جزیرۃ العرب کو اس نے پاکستان بنا دیا اسی طرح یہ ہندی پاکستان بھی اللہ کے فضل و رحمت سے وسیع تر ہوتا چلا جائے۔ بلکہ ممکن ہے۔ کہ پاکستان کے طرز حکومت اور اس کے منصفانہ و فیاضانہ رویہ کو دیکھ کر خود ہندوستان یہ خواہش کرنے لگے کہ ہمارے ہاں بھی اسی پاکستانی نوع کی حکومت قائم ہو جائے وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

یہاں تک میں نے پاکستان کی ضرورت یا اس کے استحسان پر مختصراً کلام کیا ہے اب میں وہ چند شبہات مع جوابات ذکر کرنا چاہتا ہوں جو پاکستانی اسکیم پر مختلف حیثیات سے پیش کیے گئے ہیں تاکہ یہ بحث بالکل تشنہ نہ رہ جائے۔

اس سلسلے میں سب سے پہلا سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہندوستان کے مسئلہ کا اطمینان بخش حل کیا پاکستانی تجویز ہے سو کسی دوسرے طریق سے نہیں ہو سکتا۔ منشور کی ایک گذشتہ اشاعت میں اس کے فاضل مدیر نے بہت ہی سلیس اور معقول انداز میں اس پر بحث کی ہے جس کا اقتباس یہاں درج کیا جاتا ہے کیونکہ اس سے زیادہ عام فہم اور سلجھے ہوئے الفاظ اس کی تفہیم کیلئے مجھے نہیں مل سکتے۔ چنانچہ وہ رقمطراز ہیں۔

آل انڈیا یونین کا فریب۔

کہا جاتا ہے۔ کہ کانگریس نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ مسلم اکثریت کے صوبوں کو داخلی حیثیت سے کامل حق خود ارادیت حاصل ہوگا اور نیز یہ بھی۔ کہ جو صوبے چاہیں وہ آل انڈیا یونین سے الگ ہو جائیں ظاہر ہے۔ کہ ان ہی صوبوں سے مسلم لیگ پاکستان بنانا چاہتی ہے جب ان کا حق خود ارادیت تسلیم کر لیا گیا اور یہ بھی۔ کہ جب یہ چاہیں تو الگ ہو جائیں پھر اب اس اصرار کی کیا ضرورت ہے۔ کہ پاکستان کو ایک جداگانہ آزاد اور خود مختار اسٹیٹ کی حیثیت سے اسی وقت تسلیم کیا جائے مسلم لیگ یہ کیوں نہیں کرتی۔ کہ اب کانگریس کے ساتھ شریک ہو کر ہندوستان کو برطانوی تسلط سے آزاد کرانے کے لئے جدوجہد کرے۔ اور جب ہندوستان آزاد ہو جائے تو مسلم اکثریت کے خود اختیار صوبوں کو آل انڈیا یونین سے الگ کر لے۔ اگر مسلم لیگ کو یہ خوف ہے کہ اس وقت ہندو مسلم اکثریت کے صوبوں کو الگ نہیں ہونے دیں گے اور وہ ہندوؤں کو اتنا طاقتور سمجھتی ہے۔ کہ وہ ایسا کر سکیں گے۔ تو پھر اگر اس وقت پاکستان کا ایک جداگانہ حکومت کی حیثیت سے اعلان بھی ہو جائے

تو ہندوستان سے انگریزوں کے جانے کے بعد مسلمان پاکستان کی حفاظت نہ کر سکیں گے مسلم لیگ کے اس اصرار پر کہ اسی وقت پاکستان کے اصول کو تسلیم کرنے کا اعلان کیا جائے اور کانگریس کے ساتھ اشتراک عمل نہ کرنے سے مخالفین پاکستان کو یہ بدگمانی ہے کہ مسلم لیگ پاکستان اور مسلمانوں کے تحفظ کے لئے ہندوستان میں تیسری طاقت یعنی حکومت برطانیہ کے تسلط کے بقا کی خواہش کرے گی۔

کانگریس نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ مسلم اکثریت کے صوبوں کو داخلی حیثیت سے کامل حق خود ارادیت ہوگا اور اگر وہ چاہیں تو تمام ہندوستان کی مرکزی یونین سے علیحدگی کا حق اس کے معنی کیا ہوئے اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہندوستان میں پہلے ایک یونین یا فیڈریشن کے ماتحت حکومت قائم ہوگی۔ اختیار حکومت برطانیہ سے اسی یونین کو منتقل ہوگا یعنی مجموعی طور پر پورے ہندوستان کو کامل طور پر سایہ حکومت برطانیہ آزادی حاصل ہوگی اسی یونین کے ماتحت مسلم اکثریت کے صوبوں کو داخلی حق خود ارادیت حاصل ہوگا۔ بالکل اسی طرح جیسے برطانوی نوآبادیات آسٹریلیا نیوزیلینڈ کینیڈا اور جنوبی افریقہ کو دولت مشترکہ برطانیہ کے اندر داخلی

آزادی حاصل ہے اور آئین دیسیٹ منسٹر کی رو سے برطانوی سلطنت سے علیحدگی کا حق بھی لازماً اس کا نتیجہ یہ ہونا چاہیے کہ مسلم اکثریت کے صوبے کچھ عرصہ آل انڈیا یونین کے اندر رہ کر تجربہ کریں۔ کہ آیا وہ آزادی کے ساتھ اور مرکز کی مداخلت کے بغیر اپنے معاملات سرانجام دے سکتے ہیں یا نہیں۔

مسلم اکثریت کے صوبوں کی قوت:

جب یہ ثابت ہو کہ مرکزی مداخلت مسلمانوں کو ان کی منشا کے مطابق حکومت نہیں کرنے دیتی تب وہ مطالبہ کریں۔ کہ ہم مرکزی وفاق سے الگ ہونا چاہتے ہیں اس وقت صورت حال کیا ہوگی۔ یہ کہ مسلم اکثریت کے صوبوں کی علیحدگی کے حق کے نفاذ کی منظوری اور نفاذ مرکزی فیڈرل گورنمنٹ کے اختیار میں ہوگا اور اس مرکز کے پاس فوج ہوگی مسلم اکثریت کے صوبوں کے پاس جو داخلی طور پر خود اختیار ہوں گے فوج نہیں ہوگی۔ یہ فیڈرل گورنمنٹ مسلم اکثریت کے صوبوں کی ان وجوہ کو غلط قرار دیکر جن کی بنا پر وہ علیحدگی چاہیں گے اپنی عسکری قوت کے دباؤ سے مسلم اکثریت کے صوبوں کا یہ مطالبہ مسترد کر دیگی اور اگر وہ اس پر اصرار کریں گے تو فوج کے ذریعہ ان کی سرکوبی کی جائیگی۔

کیا ہم آئے دن یہ نہیں سنتے رہتے کہ کینیڈا کامل آزادی چاہتا ہے اور نیوزیلینڈ کامل آزادی چاہتا ہے مگر انہیں یہ آزادی ویسٹ منسٹر اسٹیچوٹ کے باوجود حاصل نہیں ہوتی برطانوی حکومت کے بیڑوں اور فوج کا مقابلہ کرنے کی ان میں سے کسی میں طاقت نہیں ہے اور یہ سب ملکر متحدہ محاذ قائم کریں اس کی کوئی سبیل نہیں ہے۔ لہذا لٹکے ہوئے ہیں یہ ہی حالت مسلم اکثریت کے صوبوں کی ہوگی

برادران وطن کی قربانی کی حقیقت:۔

کانگریس نہیں کہتی، مسٹر گاندھی نہیں کہتے۔ اس کا کوئی ہندو لیڈر دعویٰ نہیں کرتا کہ وہ اسلحہ سے جنگ کر کے انگریزوں سے ہندوستان کا اختیار حکومت چھیننا چاہتے ہیں کانگریس کی تمام جدوجہد اور تحریک ایک قسم کا ایجی ٹیشن ہے سول نافرمانی بھی اس سے زیادہ نہیں کانگریس کی ہر تحریک برطانیہ کی خدمت میں معروضات سے شروع ہوتی ہے لہجہ گرم ہوتا ہے یہ ہمیں تسلیم ہے مگر وہ ہوتا ہے معروضہ ہی اور ہر تحریک کا انجام بھی معروضات ہی پر ہوتا ہے کوئٹ انڈیا یعنی تخلیہ ہند کا رزولیوشن بھی مطالبہ ہی تھا جو بات سخت لہجے میں کہی جائے وہ مطالبہ جو نرم لہجے میں کہی جائے وہ معروضہ ہے اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ جاپان کی قوت کے بھروسہ پر تھا

کانگریسی حکومت برطانیہ سے اختیار مانگتے ہوئے جیل گئے اور اختیار مانگتے ہوئے جیل سے نکلے ان کا یہ تنزل البتہ ساری دنیا نے دیکھا ہے کہ تخلیہ ہند کا مطالبہ کرتے ہوئے گئے اور عارضی حکومت کے لئے انہوں نے شملے میں لارڈ ویول کے قدموں پر سر رکھا حاصل کلام یہ ہے کہ انگریزوں کو ہندوستان سے ترو رفع کرنیکا نہ اراد ہ ہے اور نہ اس کا سامان ہے لہذا ہندوستان کو کامل یا نیم آزادی اگر ملنے والی ہے تو وہ انگریزوں کے دینے سے ملے گی اور انگریزی یہ اختیار اور آزادی کچھ ہندوستانیوں کے ایجی ٹیشن سے پریشان ہو کر کچھ بین الاقوامی سیاسی حالات اور بین الاقوامی رائے عامہ سے متاثر ہو کر دیں گے۔ اگر یہ ہوتا کہ فوجیں بھرتی ہو رہی ہوتیں اسلحہ اور سامان حرب کا انتظام ہوتا اور انگریزوں سے کھلے میدان جنگ کر کے ہندوستان کی آزادی حاصل کی جاتی تو بلاشبہ مسلمانوں کو اس کی ضرورت نہ تھی کہ وہ اپنے حقوق اور مفاد کے متعلق پہلے ہندوؤں سے کوئی سمجھوتہ یا پاکستان کا اصول تسلیم کرنے کا مطالبہ کرتے وہ تو زیادہ سے زیادہ فوجوں کی تنظیم کرتے زیادہ تعداد میں اور بہتر مسلم فوجیں اسکی ضمانت ہوتیں کہ ہندوستان میں مسلمان آزاد ہوں گے اور ہندو ان کے ساتھ نا انصافی نہیں کر سکیں گے۔

معروضات ومطالبات :-

جب صورت حال یہ ہے کہ ہندوستان کو جو کچھ ملنے والا ہے وہ برطانوی پارلیمنٹ کے قانون سے ملے گا۔ تو مسلمانوں کو اس کی کیا ضرورت ہے کہ وہ ہندو اکثریت کو اس کا موقع دیں کہ ہندوستان کی خدمت کا اختیار و اقتدار اس کے حق میں منتقل ہو اور پھر مسلمانوں کو اس ہندو اکثریت سے معروضات کرنی پڑیں۔ اس کے خلاف ایجی ٹیشن کرنا پڑے۔ اور ہندو اکثریت مسلمانوں کے ساتھ اسی طرح پیش آئے جس طرح برطانیہ ہندوستانیوں کے ساتھ پیش آرہی ہے اس کی کون وجہ ہے کہ مسلمان یہ مطالبہ نہ کریں۔۔۔

۔۔۔۔۔ کہ پہلے ہندوستان کی تقسیم اور آزاد و خود مختار پاکستان کا اصول تسلیم کیا جائے اور جب برطانیہ کی طرف سے ہندوستان کو اختیار حکومت منتقل ہو۔ تو ہندوستان کے دونوں علاقوں میں بیک وقت انتظامی عدالتی اور دفاع و تحفظ کے نظامات قائم ہوں۔ اس صورت میں ہندوؤں کی کیا مجال ہے کہ پاکستان کی آزادی سلب کرنے کا خیال بھی دل میں لائیں۔ ہندوستانی انگریزوں سے کیوں آزادی

حاصل نہیں کر سکتے۔ کیا اس کے سوا کوئی دوسری وجہ ہے۔ کہ انگریزوں کے پاس طاقت اور فوج ہے ہندوستانیوں کے پاس نہیں ہے اور برطانیہ کی طاقتور فوج کی موجودگی میں ہندوستانیوں کے لئے۔ یہ ممکن نہیں ہے کہ۔ وہ اپنی فوج بھرتی کریں اور اس کی تنظیم کریں۔ مسلم لیگ یہ حماقت کرنے کے لئے تیار نہیں کہ پہلے آل انڈیا یونین کو جس میں ہندوؤں کی اکثریت ہوگی ہندوستان کا اختیار حکومت دلا دے اس کی فوجیں مرتب کرا دے اور اس کے مقابلہ میں مسلم اکثریت کے صوبوں کی وہی حیثیت کر دے جو برطانیہ کے مقابلہ میں تمام ہندوستان کی ہے۔ آزادی کی حفاظت فوج اور اسلحہ جنگ سے ہوتی ہے۔ تعلیوں اور شیخیوں سے نہیں ہوتی۔

پاکستانی تجویز پر ایک دوست کے کچھ شبہات:-

اب آخر میں بطور تتمیم فائدہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ میں اپنے ایک مخلص دوست کی وہ تحریر بلفظہ نقل کردوں جو اس نے بہار سے مجھے لکھی تھی اور جس میں اکثر پیش آنے والے شبہات کو مختصر پیرایہ میں سمیٹ لیا گیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:-

"مسلمانوں کے موجودہ تشتت وافتراق کو دیکھ کر سخت تذبذب ہے کہ ہم لوگوں کو کونسا راستہ اختیار کرنا چاہیے مسلمانوں کو جمعیۃ علماء اسلام اور لیگ کی تجویز کے مطابق مطالبہ پاکستان کا ساتھ دینا چاہیے۔ یا جمعیۃ علماء قدیم کی متحدہ حکومت کی پالیسی کو لبیک کہنا چاہیے۔ اس وقت مسلمانوں کے سامنے صرف دو راہیں ہیں۔ ایک متحدہ حکومت دوسرے پاکستان جہاں تک ہم لوگوں نے غور و فکر کیا۔ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ پاکستان کی صورت میں مسلمانوں کے کئی نقصانات ہیں۔ جو درج ذیل ہیں۔

پاکستان کی صورت میں مسلم اقلیت والے صوبے اکثریت

والے صوبوں سے کٹ کر نہایت خطرناک اقلیت میں ہو جائینگے ہندو رام راج کے منصوبے گانٹھے بیٹھے ہوئے ہیں وہ بہار و مدراس وغیرہ کے مسلمانوں کی مذہبی آزادی کو بتدریج سلب کر لیں گے۔ اور ہندوستان میں رام راج کا بول بالا ہوگا تین کروڑ مسلمانوں کی مذہبی موت ہوگی۔ پانچ کروڑ مسلمانوں کے مفاد کے لئے تین کروڑ مسلمانوں کو اس طرح کفار کے حوالے کر دینا شرعاً جائز نہ ہوگا۔ ہجرت وغیرہ کی تجویز محض مہمل اور ناممکن العمل ہے تین کروڑ مسلمانوں کی کھپت کہیں نہ ہو سکے گی ہجرت کا ایک دفعہ تلخ تجربہ بھی ہندوستانی مسلمانوں کو ہو چکا ہے۔ جو عبرت کے لئے کافی ہے۔ ارباب لیگ کا یہ کہنا کہ اگر مسلم اقلیت پر ظلم ہوگا۔ تو مسلم اکثریت کے صوبوں میں ہندوؤں سے اس کا بدلہ لیں گے" محض طفلانہ بات ہے۔ جو عقل و شرع کے خلاف ہے۔ مدبرین کو تو ایسی باتیں بھول کر بھی نہ کرنی چاہئیں۔ اگر اکثریت والے صوبوں میں قرآنی حکومت ہو جاتی۔ تو بھی خیر غنیمت تھا۔ مگر ہندوؤں کی اقلیت ایسی نہیں جیسی مسلمانوں کی ہے۔ بلکہ بعض بعض صوبوں میں ان کی تعداد تقریباً مساوی ہے۔ لہٰذا ان کے مساویانہ حقوق

ہونگے۔ ان کی مساوی نشستیں اور ملازمتیں ہونگی۔ تو
اس طریق حکومت کو حکومتِ اسلامیہ کیونکر کہا جا سکتا ہے
علاوہ بریں پاکستان ابھی تو یقیناً زیر سایہ برطانیہ ہوگا۔ پھر
کافر کی سرپرستی میں قرآنی حکومت کا قیام چہ معنی دارد
یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ غرض پاکستان کی صورت میں پنجاب
و بنگال وغیرہ میں قرآنی حکومت تو نہیں ہوگی۔ مگر سی۔پی
و مدراس میں رام راج ضرور ہو کر رہے گا۔ اور وہاں کے
ہندو شعائر اسلامیہ کو پامال کریں گے۔ اور مسلمانوں پر بدترین
غلامی مسلط ہو جائے گی۔ معدنی اشیاء زیادہ تر ہندوستانی
خطوں میں پائی جاتی ہیں۔ پاکستانی علاقوں میں بہت کم
ہیں۔ اور یہی علاقے زراعتی و صنعتی اعتبار سے
ممتاز ہیں۔ لہذا پاکستان کے مسلمان اقتصادی اعتبار سے
دن بدن کمزور ہوتے جائیں گے۔ کیونکہ ہندوستان سے
ان کو سروکار ہی نہیں ہوگا۔ پاکستان ہو جانے پر سب
سے بڑی خرابی یہ ہے۔ کہ انگریزوں کا قدم ہمیشہ کے
لئے ہندوستان میں جم جائے گا۔ تاریخ شاہد ہے
کہ تفریق و باہمی نزاع ہی نے ہندوستان میں انگریزوں کو

بڑھنے اور پنپنے کا موقع رہا ہے۔ پاکستان کی بنیاد ہی تفریق و تقسیم پر ہے۔ برٹش سامراج کو ہندوؤں اور مسلمانوں کو لڑانے کا اچھا موقع مل جائے گا۔ اور ہمیشہ در پردہ شکار کھیلا جائے گا۔ دونوں قوموں میں تصادم ہوتا رہے گا۔ عصبیت لازماً پیدا ہوگی۔ نہ کبھی یہ لوگ متحد ہونگے۔ نہ ہندوستان کی مکمل آزادی کا خواب شرمندۂ تعبیر ہوگا۔ بلکہ چند سال کے بعد ہندوستانیوں کو نااہل ٹھہرا کر ان کی آزادی چھین لی جائے گی۔ ہندوستان بدستور غلام رہ جائے گا۔ ممالک اسلامیہ بھی برطانیہ کے پنجۂ استبداد سے نہ نکل سکیں گے۔ حالانکہ آزادی خواہ مسلمانوں کا مطمح نظر صرف ہندوستان ہی کی آزادی نہیں بلکہ تمام عالم اسلام کی آزادی مدنظر ہے۔

برما کی تفریق مؤیدین پاکستان کی عبرت کے لئے کافی ہے کہ برمیوں نے وطنی عصبیت پیدا ہو جانے پر ہندوستانیوں کے ساتھ کیا برا سلوک کیا۔ پاکستانی حکومت کا زمام اختیار ایسے لوگوں کے ہاتھ میں ہوگا۔ جو دین و مذہب سے دور کا بھی واسطہ نہیں رکھتے۔ جن لوگوں نے اسمبلی میں جاکر سول میرج ایکٹ اور اس جیسے دوسرے لعنتی قوانین کو مسلمانوں پر مسلط کیا۔ اگر پاکستانی علاقوں کے ایسے نام نہاد مسلمان ایسے ہی خلاف شرع قوانین کا نفاذ کرتے رہے۔ تو اس پاکستان سے اسلام اور مسلمانوں کو کیا فائدہ پہنچا۔

کانگریس کی مجوزہ متحدہ حکومت کی صورت میں گو من حیث المجموع مسلمان اقلیت میں ہوں گے۔ مگر ایسی خطرناک اقلیت نہ ہو گی جیسی پاکستان کی صورت میں صوبہ جات سی۔ پی و مدراس وغیرہ میں ہو جاتی ہے۔ پھر مسلمانوں کی حیثیت فریق کی ہو گی محکوم کی نہ ہو گی۔ اپنے حقوق کا تحفظ کر سکیں گے۔

جمعیتہ علماء ہند کا مطالبہ تو یہ ہے۔ کہ مرکزی اسمبلی میں مسلمانوں کی نشستیں مساوی کر دی جائیں۔ یعنی ۴۵ فیصدی ہندو ۴۵ فیصدی مسلم اور ۱۰ فیصدی دیگر اقوام اس صورت میں مسلمانوں کی اکثریت والے صوبوں میں مسلمانوں کا اقتدار بھی ہو جاتا ہے۔ اور من حیث المجموع مسلمانوں کے محکوم ہونے کا خطرہ بھی دور ہو جاتا ہے۔ بتدریج مکمل آزادی کے لئے بھی راستہ صاف نظر آتا ہے۔ ممالک اسلامیہ بھی برطانیہ کے دستبرد سے نجات پا سکیں گے اگر یہ شبہ ہو کہ اچھوت وغیرہ مل ملا کر پھر مرکز میں ہندوؤں کی اکثریت رہے گی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اچھوت اور سکھ ہندوؤں سے قریب نہیں۔ تو پارسی اور عیسائی اہل کتاب ہونے کی وجہ سے مسلمانوں سے زیادہ مانوس ہیں۔ اپنے مفاد کی خاطر مسلمان بھی ان اقوام کو اپنانے کی کوشش کر سکتے ہیں

دریافت طلب یہ ہے کہ جمعیتہ علماء جدید اور لیگ اگر واقعی آزادی خواہ جماعتیں ہیں تو جمعیتہ علماء ہند کی اس زرین تجویز کا کیوں ساتھ نہیں دیتیں

۲۔ کیا۔ اگر کانگریس جمعیتہ علماء کی ۴۵ فیصدی والی تجویز کو منظور کرے اور اس کا باضابطہ اعلان ہو جائے تو لیگ اور جدید جمعیتہ اس کا ساتھ دیگی یا نہیں۔؟

۳۔ کیا لیگ ہائی کمانڈ نے جمعیتہ علماء اسلام کے ساتھ اس قسم کا کوئی معاہدہ کیا ہے کہ شرعی امور میں علماء کی طرف رجوع کریں گے۔؟

۴۔ اگر کوئی معاہدہ اس قسم کا کیا ہے تو اس کی کیا ضمانت ہے کہ الیکشن کے بعد لیگ ہائی کمانڈ جمعیتہ علماء اسلام سے اسی طرح منحرف نہ ہو جائیگی جس طرح ۳۶ء کے بعد جمعیتہ علماء قدیم کے ساتھ نقض عہد کیا۔؟

اگر ارباب لیگ نے جمعیتہ علماء اسلام سے کوئی اس قسم کا معاہدہ کرلیا ہے تو اس کا باضابطہ اعلان ہونا چاہیے ممکن ہے کہ اس اعلان کے بعد قدیم وجدید جمعیتوں میں اختلاف باقی نہ رہے اور دونوں ایک ہی مرکز پر آجائیں۔

ہمارا جواب

اس تحریر کا جواب میری طرف سے حسب ذیل لکھا گیا ہے۔

پاکستانی صوبوں کے اعداد و شمار

پاکستانی تجویز اور جمعیۃ العلماء کے فارمولا کا فرق سمجھنے کے لئے اولاً یہ ملحوظ رہے کہ ہر مسلم اکثریت والے صوبہ کا پاکستان علیحدہ نہیں بنے گا۔ بلکہ پانچ چھ صوبوں کا ایک ہی پاکستان ہوگا۔ اس لئے پاکستان پر بحث کرتے وقت ہر صوبہ کے جدا گانہ اعداد و شمار اور اُن کی اکثریت واقلیت کی بحث بیکار ہے۔ اب یہ سمجھئے کہ صحیح تحقیق کے موافق پاکستانی صوبوں میں مجموعی تعداد مسلمانوں کی سات کروڑ بیس لاکھ ہے۔ ہم تنزلاً سات کروڑ ہی فرض کئے لیتے ہیں اور غیر مسلم آبادی پاکستان میں ڈھائی اور تین کروڑ کے درمیان ہے۔ اس کو بڑھا کر پورے تین کروڑ مان لیجئے پس مجموعی حیثیت سے مسلم اور غیر مسلم میں سات اور تین

کی نسبت ہوتی ۔ گویا ستّر فی صدی مسلمان اور تیس فیصدی غیر مسلم ۔ اور اگر اس قسم کے حسنِ ظن سے کام لیا جائے جو جمعیتی فارمولا کی تقدیر پر آپ نے استعمال کیا ہے تو کیا بعید ہے کہ عیسائی بوجہ اہل کتاب ہونے اور سکھ بوجہ موحدؔ ہوتے کے اور اچھوت ہندو دہرم کے مقابلہ میں اسلامی مساوات و رواداری نیز پاکستان میں مسلم غلبہ کو دیکھ کر ہماری طرف آ جائیں ۔ اُدھر آدی باسی قوم کے کروڑوں افراد اسلام سے قریب تر اور پاکستان کے حامی ہونے کی بنا پر مشرقی حصۂ پاکستان میں شامل ہو جائیں ۔ پھر تو پوچھنا ہی کیا ہے ۔ بہرحال میں سیاسی معاملات میں اس طرح کی خیال آرائیوں کو چھوڑ کر تمام غیر مسلم قوموں کا "الکفر ملۃ واحدۃ" کے مطابق ایک ہی بلاک فرض کئے لیتا ہوں ۔ تب بھی ستر مسلم اور تیس غیر مسلم فیصدی کا تناسب رہے گا ۔ دراں حالیکہ آپ کے بیان کردہ جمعیتی فارمولا کے مطابق سارے ہندوستان کی مرکزی حکومت میں ۴۵ مسلم اور ۵۵ غیر مسلم رہتے ہیں ۔

یہ چیز عجائب دہر میں سے ہے کہ ہم ستر فی صدی رہتے

ہوئے تو خسارہ میں رہتے ہیں اور جب ۵۰ فیصدی ہو جائیں تو فلاح و کامرانی کے خزانوں کی گویا سب کنجیاں ہمارے ہاتھ میں آجاتی ہیں نیز ہماری صوبجاتی قلیل اکثریت جو آپ کے نزدیک غیر مؤثر اور ناقابل اعتماد ہے متحدہ حکومت کی صورت میں کس طرح مؤثر بن جائے گی جبکہ اوپر مرکز میں بھی ہم اقلیت میں ہوں گے۔ اگر مسلم صوبجات میں وہ اکثریت بے اثر ہی ہی تو صوبوں کی آزادی کا مطلب جمعیتی فارمولا کی بناء پر کیا ہوا کیا کوئی عاقل اسے باور کر سکتا ہے کہ ہماری صوبجاتی تھوڑی سی اکثریت اُس وقت تو کارآمد نہیں جبکہ اس کے مرکز حکومت میں ہم ستر فیصدی ہوں۔ لیکن جب وہ اکثریت ایک ایسے مرکز کے ماتحت آجائے جہاں ہم پینتالیس فی صدی رہ جاتے ہیں تو وہ نہایت محفوظ اور کارآمد ہو جاتی ہے۔ پھر اس پینتالیس فی صدی کو بھی اس خطرہ سے مامون نہ سمجھئے کہ بہت سے مسلمان اُس وقت بھی ایسے نکل سکتے ہیں جو محض اپنے ذاتی اغراض و مفادات کی خاطر ہندوؤں کی دولت، تنظیم، اور اکثریتی حاکمانہ تفوق سے مرعوب و متاثر ہو کر اُدھر چلے جائیں۔ جبکہ بحالت

راسخہ ہندو حکومت کے فقدان کے باوجود ایسا مشاہدہ کیا جا رہا ہے۔

ہندوستان کے مسلمانوں کی حیثیت :۔

رہا یہ سوال کہ قیام پاکستان کی صورت میں اُن دو ڈھائی کروڑ مسلمانوں کا کیا بنے گا جو ہندو اکثریت کے ماتحت رہیں گے۔ تو کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ جس طرح ہم کو اپنی اس اقلیت کی فکر ہے، ہندوؤں کو تین کروڑ ہندو اقلیت کے تحفظ کا کوئی احساس نہ ہوگا۔ جو پاکستان میں آباد ہو گی۔ اصل یہ ہے کہ تحفظ اقلیت کے اس دو طرفہ احساس اور پورے ملک کے مشترک دفاعی مسائل کی فکر ہی قدرتی طور پر وہ بنیاد ثابت ہو گی جس پر مضبوط معاہداتی سسٹم کے ماتحت دونوں قوموں کے عملی اتحاد و اشتراک کی عمارت قائم کی جائے گی۔ اور باہمی تعاون سے مشترک فوائد حاصل کرنے اور مشترک مضار کو دور کرنے کے راستے نکلتے چلے آئیں گے۔ پاکستان میں ہم غیر مسلم اقلیتوں کو جس قسم کی مراعات کھلے دل سے دیں گے، ہم توقع رکھیں گے۔ کہ اسی قسم کی مراعات ہندوستان میں ہمارے

مسلم بھائیوں کو ملیں۔ ہم پاکستان کا تحفظ اس لئے کر رہے ہیں کہ ملّت اسلامیہ کا یہ ہیئت مجموعی اس میں فائدہ ہے پاکستان پر ہندوستانی مسلمانوں کا اتنا ہی حق ہے جتنا ہمارا ہے۔ کیونکہ وہ ہماری ملّی جائے پناہ اور ان کا اخلاقی سہارا ہو گا۔

پاکستانی اور ہندوستانی مسلمانوں کا رستہ:۔

ہمارا ہندوستان سے کٹ جانا ہندی مسلمانوں سے کٹ جانے کے مرادف نہیں سمجھنا چاہیئے۔ مسلمانوں کے باہمی تعلقات کے راستہ میں جغرافیائی حد بندی کوئی شے نہیں۔ جنوبی افریقہ کا مسلمان اور بحر منجمد شمالی کا مسلمان ملّت اسلامیہ کے محکم واستوار رشتہ میں منسلک ہونے کی وجہ سے ایک ہی جسم کے دو حصے ہیں۔ اس لئے ہم میں اور ہندی مسلمانوں میں کوئی بُعد نہیں ہو گا۔ کوئی چیز ہمارے راستہ میں حائل نہیں ہو گی۔ ہم اپنے ہندو معترضین کو یقین دلاتے ہیں کہ ہمارے عزائم غاصبانہ نہیں۔ پاکستان کے مسلم اور غیر مسلم اپنے ملک کی خوشحالی اور

مصیبت میں برابر کے شریک اور حصہ دار ہوں گے ۔ مسلمان جو اکثریت میں ہوں گے انشاء اللہ اپنے عمل سے ثابت کر دکھائیں گے کہ طاقت اور قوت ان کے دماغ میں نخوت اور غرور نہیں ، بلکہ خدمت خلق کا جذبہ پیدا کر دیتی ہے ۔ وہ انڈین نیشنل کانگریس نہیں کہ اقلیتوں کے جذبات سے اغماض کریں اور ان کے حقوق پامال کر ڈالیں ۔ وہ اپنے حقوق کی طرح برادران وطن کے حقوق کی محافظت کریں گے اس لئے کہ ان کا مذہب انہیں اس امر کی تعلیم دیتا ہے اور ان کی گذشتہ تاریخ ان کی اس قومی خصوصیت کی تفسیر ہے !!

اچھا اسے چھوڑیئے ۔ اکھنڈ ہندوستان کی صورت میں ملک کی ۱/۴ مسلم اقلیت کا تحفظ کس طرح ہوتا ہے اور کس طرح آئندہ ہوگا ۔ اقلیت بہرحال اقلیت ہے ۔ مرکز حکومت ایک ہو یا دو ۔ ملکی حکومت ہو یا اجنبی ۔ اقلیت کو اکثریت کے برابر کر دینا تو کسی کی قدرت میں نہیں ۔ اب اگر دس کروڑ میں سے سات

کروڑ مسلمان ہی رام راج کی تیاری کرنے والے ہندوؤں کی گرفت سے آزاد اور محفوظ ہو جائیں تو کیا یہ کوئی فائدہ کی چیز نہیں۔

ہندوستان کے مسلمانوں کی قربانی

آپ کو معلوم ہوگا کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے جب مکہ سے مدینہ کو ہجرت کی تو مکہ کے معابد کو اپنے ساتھ اٹھا کر نہیں لے گئے۔ اور بے کس و بے بس مستضعفین کو بھی وہیں چھوڑنا پڑا جن کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے۔

وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا۔

اور ان کے واسطے جو مغلوب ہیں مرد اور عورتیں اور بچے جو کہتے ہیں اے رب ہمارے نکال ہم کو اس بستی سے کہ ظالم ہیں یہاں کے لوگ اور کردے ہمارے واسطے اپنے پاس سے کوئی حمایتی

اور کر دے ہمارے واسطے اپنے پاس سے مددگار!

کفار مکہ ان ہی بعض مستضعفین کو بجبر و اکراہ میدان بدر میں مسلمانوں کے مقابلہ پر بھی کھینچ لائے تھے۔ تو کیا ان تصورات و امکانات کی موجودگی میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کو پاکستان بنانے کا خیال ترک فرما دیا تھا۔ ہاں ہوا تو یہ ہوا کہ قرآن کریم میں حق تعالیٰ نے تمام غیر مہاجر مسلمانوں کے متعلق صاف اعلان کر دیا کہ

والذین آمنوا ولم یھاجروا مالکم من ولایتھم من شئ حتی یھاجروا وان استنصروکم فی الدین فعلیکم النصر الا علی قوم بینکم و بینھم میثاق۔

اور جو ایمان لائے اور گھر نہیں چھوڑا تم کو انکی رفاقت سے کچھ کام نہیں جبتک وہ گھر چھوڑ آئیں اور اگر وہ تم سے مدد چاہیں دین میں تو تم کو لازم ہے مدد کرنی۔ مگر مقابلہ میں ان لوگوں کے کہ ان میں اور تم میں عہد ہو۔

دارالحرب سے ہجرت :-

آخر یہ مسئلہ تو اب بھی فقہاء کے نزدیک مسلم ہے کہ اگر دارالحرب میں کفار ارکان دین کے ادا کرنے سے روک دیں اور چارۂ کار باقی نہ رہے تو ایسے ملک سے ہجرت کر جانا لبشروطہا واجب ہے فرض کیجئے ایسی صورت آج کسی ملک میں پیش آجائے تو ہجرت کرنے والے مسلمان کیا اپنے معابد و معاہد کو اُٹھا کر اپنے ساتھ لے جائیں گے۔ یا غیر مستطیع مستضعفین کی وجہ سے ہجرت ترک کرنا ضروری سمجھیں گے؟ میں یہ بتلانا چاہتا ہوں کہ ایسے صورت حالات میں علماء امت نے وجوب ہجرۃ کا حکم دیتے ہوئے آخر ان مسائل کا حل کیا سوچا۔ کیا یہ ہی کہ ان سب کو اللہ کے سپرد کر کے چلے جائیں یا کچھ اور ــــــ؟

پھر یہاں نہ تو سردست ہجرت کا سوال ہے۔ نہ کئی کروڑ مسلمانوں کا عدد ایسا ہے کہ بالکلیۃ بے دست وپا ہو کر بیٹھ رہے۔ خصوصاً اس حالت میں جبکہ ان کے پڑوس میں مسلمانوں کا طاقتور پاکستان بھی موجود ہو اور اس کو ان کی امداد و تحفظ کا پورا خیال بھی ہو۔ اور پاکستانی خطہ دوسری آزاد اسلامی ممالک سے متصل بھی واقع ہوا ہو۔ خدا جانے لوگ، ہندو قوم سے اس قدر خائف کیوں ہیں کہ کسی نے

اس کی اکثریت کی غلامی سے نکلنے کا نام لیا اور وہ سمجھے کہ بس ہمارا خاتمہ ہوا۔

ایک مرتبہ کم از کم پاکستانی نظریہ کا تجربہ کر کے تو دیکھ لیں۔ اگر ناکام رہے گا تو بھی یہ موقع تو ہر وقت حاصل ہے کہ پھر اپنے کو ہند و اکثریت کی غلامی کے سپرد کر دیں۔

اصل یہ ہے کہ ابھی تک آزاد اور طاقتور پاکستان کا تصور ہی ان کے ذہن میں نہیں ورنہ اس طرح کے رکیک شبہات دق نہ کرتے۔

رہی پاکستان کی مادی و اقتصادی وسائل کی بحث اور اس میں معدنیات وغیرہ کی قلت کا سوال۔ اس کا مختصر جواب خود مسٹر جناح ایسوسی ایٹڈ پریس آف امریکہ کے نمائندہ کو اپنے ایک بیان میں دے چکے ہیں۔ سر سپرو کمیٹی کے دو ارکان سر ہومی مودی اور ڈاکٹر جان متھائی نے جو یادداشت پیش کی تھی اس میں بھی پاکستان کے اقتصادی پہلو کا کچھ حل تبلایا گیا ہے۔

پاکستان کی اقتصادیات:۔

بعض مسلمان ماہرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس وقت جو رقوم پاکستانی اپنے مصارف کے لئے مرکزی حکومت سے وصول کرتا ہے ان سے کہیں زیادہ وہ مرکزی خزانہ میں داخل کرتا ہے۔ تو گویا مجموعی حیثیت سے ہم خسارہ

میں رہتے ہیں۔ جب پاکستان علیحدہ ہوگا تو دولت کی وہ نہر جواب گنگا جمنا کے میدانوں کو سیراب کرتی ہے پاکستان کے میدانوں کو گلزار بنانے میں صرف ہوگی۔

اطلاعات سے پایا جاتا ہے کہ سندھ اور بلوچستان کے صوبہ جات میں مٹی کے تیل کے چشمے برآمد ہوئے ہیں۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ یہاں سے اتنا تیل دستیاب ہو سکے گا جو کل ہندوستان اور پاکستان کے لئے کفایت کرے گا۔ علاوہ ازیں پاکستان کی زمین ہندوستان کی زمین سے زیادہ زرخیز ہے اور اس میں ہر قسم کی پیداوار ہو سکتی ہے بلوچستان کا ساحل (مکران کا علاقہ) مچھلیوں کے لئے مشہور ہے۔ اس صنعت کو بھی فروغ دیا جا سکتا ہے۔ جنگلات اور ان سے متعلقہ صنعتوں کو بھی ترقی دی جا سکتی ہے۔ یہ ذرائع آمدنی گو سردست ہمارے لئے بالکل بیکار ہیں لیکن ذرا سے اقتصادی شعور اور تدبیر سے ریگ زار کو باغ عدن بنایا جا سکتا ہے۔ گراں بار طرز حکومت اور ملازمین کے گرانقدر مشاہروں میں تخفیف کی جا سکتی ہے۔ ہمارے معدنی ذرائع بھی امید افزا ہیں۔ شمال مغربی علاقہ میں کوئلہ کی کمی ہے لیکن جہاں تک اس کمی کا تعلق ہے ہمارے دریاؤں نے ہمیں اس سے بے نیاز کر دیا ہے۔ دریا تمام کے تمام برفانی پہاڑوں سے نکلتے ہیں۔

اور اپنے راستہ میں جا بجا آبشاریں بناتے ہیں۔ جن سے بجلی کی بے پناہ قوت حاصل کی جا سکتی ہے۔ جو آج کل ہائیڈرو الیکٹرک کے نام سے مشہور ہے۔ اسی قسم کے دوسرے پاور ہاؤس قائم ہو جانے سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ بجلی کتنی وافر مقدار میں پیدا کی جا سکتی ہے اور ہم کس حد تک کوئلہ سے بے نیاز ہو سکتے ہیں۔ کوئلے سے بے نیاز کرنے کے لئے مٹی کا تیل اور پیٹرول بھی ہمارا معاون ہو گا اور ان سب اشیاء کے استعمال سے معدنی۔ صنعتی اور زرعی پیداوار کو آسانی اور کامیابی کے ساتھ بڑھایا جا سکتا ہے۔ اب اگر ایسا نہیں ہو رہا تو اس کی وجہ محض یہ ہے کہ جن ہاتھوں میں پاکستان کی قسمت ہے وہ مخلص اور دیانتدار نہیں۔ اور وہ دل سے پاکستان کو اپنا دست نگر اور محتاج بنانے کے خواہاں ہیں۔

پاکستانی صوبوں کی زرخیزی :-

ہم معترضین کی چشم بصیرت وا کرنے کے لئے پنجاب کے سابق فنانشل کمشنر مسٹر ایچ کیلورٹ کی مشہور تصنیف "پنجاب کی دولت و فراغت" سے مندرجہ ذیل اقتباس پیش کرتے ہیں۔

آل انڈیا فیڈریشن کا جزو بننے سے پنجاب پر اقتصادی موت طاری ہو جائے گی اور اس کی تمام تر ذمہ داری ان لوگوں پر عائد ہو گی

جو غیر پنجابی ہوں گے مگر جو مرکز میں براجمان ہو کر مرکز کے مفاد کے لحاظ سے پنجاب کا خون شیرِ مادر کی طرح پی جائیں گے۔ وفاقی دستور کے تحت تقسیم دولت کے جملہ وسائل اغیار کے ہاتھوں میں ہوں گے۔ ریلوے ــــ ڈاک اور تار ــــ بری اور بحری ذرائع رسل و رسائل تمام کے تمام صوبائی خود مختاری کے حلقۂ اختیار سے باہر ہوں گے۔ حتیٰ کہ پنجاب کی پیداوار کے لئے منڈیاں تلاش کرنا اور اُن کو مناسب قیمتوں پر فروخت کرنا اور اس قسم کے دوسرے اہم کام اُن کے سپرد ہوں گے جنھیں پنجاب سے کوئی ہمدردی نہیں ہو گی۔ نرخوں کا تعین خارجی اثرات سے انجام پذیر ہو گا۔ اور درآمد و برآمد کے سلسلے میں پالیسی سراسر مرکزی حکومت کی ہو گی۔ پنجاب کے لئے سب سے زیادہ خطرناک چیز بمبئی کے کارخانہ داروں کا وہ مہلک اثر ہے جس کے باعث وہ مرکزی حکومت کو محصولات کا لالچ دے کر تحفظِ صنعت پر آمادہ کر لیتے ہیں۔ اس کے بہادر اور تومند باشندے بمبئی کے فریب کار اور خود غرض تاجروں کے سامنے مجبور محض ہوں گے۔ جن کو ہوس رانیوں نے پہلے ہی ہندوستان بھر کے مفاد کو خطرہ میں ڈال رکھا ہے۔ پنجاب فیڈریشن میں اقلیت کی حیثیت سے شامل ہو گا۔ اور فیڈریشن

کے ناخداؤں کو اس کی ترقی اور تنزل سے کوئی سروکار نہیں ہوگا۔ اور اگر پنجاب اپنی گزشتہ روایات کا تحفظ اور اقتصادی آبرو کی بقا چاہتا ہے تو اسے ضرور اکثریت پیدا کرنی چاہیئے اور وہ اکثریت دوسرے ہمسایہ زرعی صوبوں کو اپنے ساتھ ملانے سے ہو سکتی ہے

مرکزی حکومت جب اپنے ذرائع آمدنی بڑھانے کے لئے اور بمبئی کے تاجروں کی صنعت کو فروغ دینے کی خاطر بیرونی اشیاء کی درآمد پر بھاری محصولات لگائے گی تو غیر ممالک بھی ہندوستان کی برآمد پر جواباً اسی قسم کی پابندی عاید کریں گے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ ہندوستان کی برآمد میں نمایاں کمی ہو جائے گی۔ اور چونکہ ہندوستان کی برآمد کا بیشتر حصہ خام اشیاء پر مشتمل ہے۔ جو زیادہ تر پنجاب۔ سندھ وغیرہ جیسے زرعی صوبے مہیا کرتے ہیں اس لئے بائیکاٹ کی زد سیدھی ان صوبوں کی ۸۰ فی صدی آبادی پر پڑے گی جن کا روزگار ان خام اشیاء کی پیداوار پر منحصر ہے۔ اور اغلب ہے کہ ان صوبوں کے جفاکش کسان تنگدستی اور فلاکت کے مرض میں مبتلا ہو کر راہئ ملک بقا ہوں اور ان کی سرسبز اور لہلہاتی کھیتیاں ہمیشہ کے لئے خزاں کی نذر ہو جائیں۔

برمانے علیحدہ ہو کر اپنا مستقبل محفوظ کر لیا ہے اب زرعی صوبہ جات کے لیئے اپنی یقینی بربادی سے بچنے کی ... واحد صورت یہی ہے کہ وہ صنعتی صوبہ جات سے علیحدہ ہو کر اپنی جداگانہ فیڈریشن قائم کریں۔

اگر پنجاب، سرحد۔ بلوچستان۔ اور سندھ اور وہ ریاستیں جو این۔ ڈبلیو۔ آر (شمال مغربی ریلوے) سے ملحق ہیں اپنی علیحدہ فیڈریشن قائم کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو وہ ان خطرناک نتائج سے بچ سکتے ہیں جو لازمی طور پر اُنھیں مرکزی حکومت کی تجارتی حکمت عملی کے طفیل بھگتنے پڑھیں گے۔"

ابھی چند روز ہوئے ایک مضمون پاکستان کی اقتصادی وسیاسی پوزیشن کے عنوان سے جناب بابو رام شرما نے شائع کرایا ہے جو معلومات سے لبریز ہے۔ اس کا اقتباس بھی ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

ہمارے صوبوں کی معدنیات کسی ملک کی اقتصادی حالت کا جائزہ لینے کے لئے بنیادی طور پر تین چیزیں سامنے ہوتی ہیں۔ اول اس ملک کی آبادی۔ دوسرے معدنیات۔ تیسرے زرعی پیداوار۔ آبادی کے لحاظ سے شمال مغربی پاکستان کی آبادی تقریباً ۲½ کروڑ اور شمال مشرقی پاکستان کی آبادی ۳½ کروڑ کے لگ بھگ ہے۔ جو یورپ کے سب سے بڑے ملک روس کو چھوڑ کر یورپ کے تمام ممالک سے زیادہ ہے یعنی ساٹھ کروڑ کی آبادی یورپ کے کسی ملک کی بھی نہیں ہے۔ اور غالباً یورپی رشیا (Russia) کی بھی اتنی نہیں ہے اس لئے آبادی کے لحاظ سے پاکستان ایک بہت بڑا طاقتور ملک ہے۔ اور اس کے باشندے نہائیت خوبصورت لانبے مضبوط اور سڈول جسم کے ہوتے ہیں۔ ہندوستان کی موجودہ فوج میں ساٹھ فیصدی آبادی اسی خطۂ پاکستان سے لی جاتی ہے۔ اس کی آبادی قدرتی طور پر سپاہی ہے اور اس سات کروڑ آبادی میں سے تقریباً دو کروڑ فوج تیار ہو سکتی ہے۔ معدنیات کے لحاظ سے ہمالیہ پہاڑ کا بیشتر حصہ پاکستان میں سے گذرتا ہے۔ جو ریسرچ کرنے پر معدنیات سے بھرپور ہے۔ نمک (کھیوڑہ) اور مٹی کا تیل (اٹک)

پنجاب سندھ میں کافی مقدار میں موجود ہے ۔ اور سیمنٹ کے لئے بھی یہاں بہت بڑا وسیع میدان ہے ۔ کوئلہ کی کمی مشرقی بنگال سے پوری کی جا سکتی ہے جہاں ہائیڈرو الیکٹرک پاور دنیا کی بہت بڑی الیکٹرک پاور میں سے ایک ہے جس سے نیشنل لائن پر بہت بڑا کام لیا جا سکتا ہے ۔ جو پاکستانی باشندوں کے لئے بہت بڑی خوش حالی کا باعث بن سکتی ہے ۔ عمارتی لکڑی پنجاب میں ضرورت سے بہت زیادہ پیدا ہوتی ہے ۔ اس لئے معدنیات کے اعتبار سے پاکستان کا علاقہ کچھ کم زرخیز نہیں ہے ۔ زرعی اعتبار سے پاکستان دنیا کا بہترین خطہ ہے پاکستان آج بھی دنیا کا بہت بڑا گندم پیدا کرنے والا ملک ہے حالانکہ ابھی سائینٹفک طور اور نیشنل طریقہ پر گندم کی کاشت کا کوئی انتظام نہیں ۔ اگر سائنٹفک اور نیشنل طریقہ پر گندم کی کاشت کا انتظام کر لیا جائے اور اس کے خشک علاقوں میں آبپاشی کا انتظام ہو جائے ، تو یقیناً پاکستان دنیا میں سب سے زیادہ گندم پیدا کرنے والا ملک ہو سکتا ہے ۔

ہماری صنعت و تجارت ۔ کشمیر اور بلوچستان کے خشک اور تر میوہ جات پاکستان کی آبادی کی صحت اور خوش حالی میں بہت

معادن ہو سکتے ہیں۔ نیز کشمیر کی جڑی بوٹیوں (Mebicinal Plants) سے بہت زیادہ مالی فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے ۔ دودھ، گھی اور مکھن کے لئے مویشی انسانی زندگی کی جان ہیں۔ اور یہ بات ہر شخص پہ عیاں ہے۔ کہ پنجاب کے پاکستانی علاقہ میں بہترین مویشی پالے جاتے ہیں۔ اس علاقہ کی گائے بھینسیں اور بکریاں بہت زیادہ دودھ دیتی ہیں۔ اونٹ اور بیل زرعی کاموں میں بہت مضبوط اور کارآمد ہیں۔ اور سچ پوچھئے تو گھوڑا جو سواری کے لئے بہترین جانور ہے۔ ملتان اور سندھ کے سوائے ہندوستان میں اور کہیں ہوتا ہی نہیں۔ کسی ملک کا محل وقوع بھی اس کی ترقی میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی ملک وحشی ممالک کا ہمسایہ ہے۔ تو اس کے لئے ترقی کے موقعے بہت کم ہیں۔ اگر سمندر نہ لگتا ہو اور اندرونی نقل و حرکت کے ذرائع موجود نہ ہوں۔ تو وہ ملک تجارتی لحاظ سے ترقی یافتہ نہیں ہو سکتا۔ آئیے شمالی مغربی پاکستان کا محل وقوع دیکھئے۔ ایک طرف افغانستان اور روس۔ دوسری جانب ایران۔ اور ایک طرف بحیرہ عرب واقع ہے۔ افغانستان سے اناج کے تبادلہ میں پھل اور میوے لئے جا سکتے ہیں۔ اور مشرقی مقبوضات بھی اپنی ضروریات

کے مطابق پورا اناج پیدا کرنے کے اہل نہیں ہیں۔ اس لئے روس (Russia) سے اناج کے مقابلہ میں مشینری لی جاسکتی ہے۔
روس، افغانستان، ایران اور افریقہ سے براہ راست تعلق ہے کراچی جو کمرشل اور فوجی نقطۂ نگاہ سے ہندوستان کی واحد بندرگاہ تصور کی جاتی ہے۔ پاکستان میں واقع ہے۔ جس سے گندم اور کپاس کی برآمد ہوتی ہے۔ سودیشی نقطۂ نگاہ سے بمبئی کی بندرگاہ جو بدیشی مال درآمد (import) کر کے ملک کو اقتصادی لوٹ کا شکار بناتی ہے۔ بالکل ناکارہ ہے۔ اندرونی نقل و حرکت کے لئے پاکستان میں ریل کا جال بچھا ہوا ہے۔ نیز دریاؤں سے کامیاب طور پر تجارتی نقل و حرکت کی جاسکتی ہے۔ پاکستانی خطہ میں نہ صرف بڑے بڑے دریا بہتے ہیں۔ بلکہ ہندوستان کو سیراب کرنے والے دریا گنگا اور جمنا بھی اسی پاکستان کی سرزمین سے نکلتے ہیں۔ اگر ان کے منبع پر سائنٹفک طریق سے کام لے کر گنگا اور جمنا کا پانی ستلج اور بیاس میں منتقل کر دیا جائے۔ تو پاکستان کا کونہ کونہ سیراب ہو سکتا ہے۔ دریاؤں کے رخ بدلنے کا کامیاب تجربہ امریکہ میں ہو چکا ہے پانامہ نہر کے بناتے وقت ایک دریا کا پانی کئی سالوں دوسرے

راستے سے خارج کیا گیا تھا۔ اب شمال مشرقی پاکستان کو لیجئے اس میں کوئلہ بہ افراط ملتا ہے۔ بلکہ ہندوستان کی آج تمام ضروریات بنگال کے کوئلے سے پوری ہو رہی ہیں۔ بنگال اپنی ضروریات سے کہیں زیادہ چاول پیدا کرتا ہے۔ اور پٹ سن اس کی خاص انڈسٹری ہے۔ اگر اسے نیشنل لائن لائن پر چلایا جائے۔ تو تمام مشرقی پاکستان محض پٹ سن کے علاقہ سے مالا مال ہو سکتا ہے۔ اس سرزمین کو بھی بڑے بڑے دریا سیراب کرتے ہیں۔ جو تجارتی نقل و حرکت کے لئے بھی بہت مفید ہیں۔

پاکستان کی بندرگاہیں اور باہر کی دُنیا

کلکتہ ہندوستان کی سب سے اہم بندرگاہ ہے۔ اور اس کی کھاڑی بنگال کے جہازوں کے لئے محفوظ ترین بندرگاہ ہے۔ جو پاکستان کی ایک بہت بڑی بحری قوت بننے میں مدد دے سکتی ہے۔ اور اس سے پٹ سن کے مصنوعات اور چاول وغیرہ کی برآمد آسٹریلیا، ملایا اور سنگاپور کو کی جا سکتی ہے۔ اور ادھر سے سماٹرا، جاوا جو آبادی کے لحاظ سے پاکستان ہی ہیں۔ ان کے مصالحہ جات براستہ کلکتہ درآمد

کر کے ہندو ر۔ ہانہ ہندوستان میں برآمد کئے جا سکتے ہیں۔ اور مچھلی بھی اندرونی ہند میں برآمد کی جا سکتی ہے۔ سب سے معرکہ کی بات یہ ہے۔ کہ ہندوستان کی دو طرفہ سرحد پاکستان کے ہاتھ میں ہے۔ اس لئے چین، روس، تبت، افغانستان کو براہ راست پاکستان سے معاہدات کرنے ہونگے۔ اور ان عہد ناموں کی موجودگی پاکستان کو بین الاقوامی طور پر ایک بہت اہم ملک بنا دیتی ہے۔ مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں میں اپنے بھائیوں کو دعوت دیتا ہوں۔ کہ یہ چند موٹی موٹی باتیں ہیں۔ جو بیان کی گئی ہیں۔ اگر ان کا بغور مطالعہ کیا جائے، تو ایک غیر جانبدار آدمی یہ نتیجہ نکالنے پر مجبور ہوتا ہے کہ پاکستان اقتصادی، معدنی اور زرعی طور پر ہندوستان سے کہیں زیادہ بہتر پوزیشن میں ہو گا۔ اور شاید ہندوؤں کے دل میں یہی جذبہ کام کر رہا ہے۔ کہ پاکستان کی علیحدگی سے ان کی اپنی، اقتصادی پوزیشن کو بہت نقصان پہنچے گا۔ اور اس جذبہ کے اظہار کو وہ پاکستان کی مالی، اقتصادی، اور سیاسی نقصان سے تعبیر کرتے ہیں۔

برادرانِ وطن کی گھبراہٹ

ابھی حال ہی میں ایک مسلمان اخبار نے پاکستان کے متعلق ہندو کے اقتصادی نقطۂ نظر کی توضیح ان الفاظ میں کی ہے۔ ہندو سوچتا ہے۔ کہ بھارت ورش کے ساتھ ملایا، جاوا، برما، چین، جاپان اور آسٹریلیا کی تمام تجارت کلکتہ کی بندرگاہ سے ہوتی ہے۔ بنگال میں پاکستان بن گیا۔ تو یہ سب تجارت گئی۔ عرب ایران اور عراق کی تجارت کا ذریعہ کراچی ہے۔ ایران اور موصل کا تیل کراچی کے قریب ہے۔ اور برما کا تیل کلکتہ کے قریب ہے۔ اگر بنگال و سندھ میں پاکستان بن گیا۔ تو یہ سب تجارتیں بھی گئیں۔ عراق، ایران، اور برما کے تیل کی کمپنیاں پاکستانیوں کے ہاتھ آ سکتی ہیں۔ اس صورت میں ہندو کا کیا بنے گا۔

ہندو سوچتا ہے۔ کہ کشمیر کے میوے گئے، کابل کے سردے گئے۔ چمن کے انگور گئے، افغانستان کے خشک میووں کی تجارت گئی۔

بنگال کا چاول اور جوٹ گیا۔ پنجاب کی
اجناس گیئں۔ برما عراق اور ایران اپنے تیل کے لئے
اپنی ہمسایہ پاکستانی بندرگاہوں (کراچی۔ کلکتہ) کو
ترجیح دیں گے۔ تیل بھی ہو گا۔ ہندوستان میں
کسی بھی دوسری جگہ تیل نہیں ہے۔ ان دردناک
حالات میں ہندوؤں کا کیا بنے گا۔

اچھا ان سب باتوں کو رہنے دیجئے،
پھر کیا کوئی قوم اپنے موجودہ اقتصادی
وسائل کی قلت پر نظر کر کے غلامی کی
ذلت کو آزادی کی زندگی پر ترجیح دے
گی؟ آپ سرحدی آزاد قبائل کا حال
نہیں دیکھتے۔ کہ وہ اتنی بڑی قاہر سلطنت
کے مقابلہ میں باوجود انتہائی بے سروسامانی
کے کب سے اپنی آزادی کو قائم رکھے،
ہوئے ہیں۔

انگریز کی غلامی :-

اگر آپ کی سب حجتیں صحیح مان لی جائیں تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا۔ کہ ہندوستان کے مسلمان کو کبھی اور کسی جگہ ایسا ارادہ اور نیت ہی نہ کرنی چاہیئے کہ وہ ہندو اکثریت کے زیر نگین رہنے اور ان سے حقوق تحفظات کی بھیک مانگنے سے انکار کرے۔ آپ نے یہ بھی خوب کہی کہ پاکستان ماننے کی صورت میں انگریز کی دائمی غلامی سب پر مسلط رہے گی۔ کیا آپ نے پڑھا نہیں کہ بار بار قائدین لیگ اعلان کر رہے ہیں کہ آج کانگریس مسلمانوں کا یہ منصفانہ اور صحیح مطالبہ تسلیم کر لے تو کل صبح کا آفتاب طلوع ہونے سے پہلے دونوں قومیں کامل تعاون اور وحدت عمل کے ساتھ آزادی کی جنگ دوش بدوش ہو کر لڑیں گی بلکہ مسلمان اس میں پیش پیش رہیں گے۔ اب اگر ہندو کا یہ دلی منشا ہی نہ ہو کہ ملک کو اجنبی غلامی سے آزاد کرائے بلکہ یہ ہی مقصد ہو کہ مسلمانوں کو دائماً اپنی اکثریت کا محکوم رکھے تو وہ ہی آزادی ملک کے راستہ میں سنگ راہ بنے گا۔ اور مسلمان آزادی حاصل کرنے کے لئے کوئی دوسرا راستہ اختیار کرنے پر مجبور ہوں گے۔ مطالبۂ پاکستان کا

انکار کر کے انگریز کو یہ موقع تو خود ہندو دے رہا ہے کہ وہ ہم کو باہم ٹکراتا اور لڑاتا رہے۔ دونوں قوموں کی بیک وقت آزادی تسلیم کر لینے سے تو آپس کے سب جھگڑے مٹ جائیں گے اور دونوں ایک دوسرے کے احساسات کی قدر کرنا سیکھیں گے۔

بیشک انگریزی حکومت باختیار خود اپنے مفاد کو ترک نہیں کر سکتی۔ لیکن اگر حکومت ہندوستانیوں کو اُلو بناتی ہے تو وہ خود اُلو کیوں بنتے ہیں۔ ان کو لازم ہے کہ بیجا تعصبات اور تنگ نظریوں سے بالاتر ہو کر فراخ دلی کے ساتھ معاملہ کرنا سیکھیں۔ اور ایک دوسرے کے صحیح اور جائز احساسات کی رعایت اور قدر کرے اور غیر ملکی حکومت کے جال میں نہ پھنسے۔

پاکستان کا قانون:۔

یہ کہنا حیرت انگیز ہے کہ پاکستان کی حکومت ایسے لوگوں کے ہاتھ میں آئے گی جو دین و مذہب سے دُور کا واسطہ بھی نہیں رکھتے اور اپنی حکومت میں سول میرج جیسے قوانین بنائیں گے۔ میں کہتا ہوں کہ آپ لوگ پاکستانی حکومت ایسے ہاتھوں میں جانے ہی کیوں

دیتے ہیں۔ یہ قصور تو آپ کا ہے۔ آج اگر تمام علمأ وزعمأ مل کر لیگ میں آجائیں اور لاکھوں صحیح الخیال و صحیح العقیدہ مسلمانوں کو اس کا ممبر بنائیں، پھر اکثریت آپکی ہوگی۔ آپ ہر طرح کی اصلاح جمہور کی طاقت کو ساتھ لیکر کر سکیں گے اور ناقابل اصلاح ہونے کی تقدیر پر فاسد عناصر کو نکال باہر کریں گے۔ بہر حال ان مشکلات کا واحد حل یہی ہے۔ ورنہ کیا ہندو اکثریت کی حکومت آپ یہ امید کر سکتے ہیں کہ وہ ہمارے دین و مذہب کے تحفظ کی ضامن و کفیل ہوگی۔ اگر کلمہ پڑھنے والوں سے آپ اپنی مذہبی بات نہیں منوا سکتے تو کھلے ہوئے کافروں سے کس طرح تسلیم کرائیں گے۔

کانگریسی وزارتوں کے زمانہ میں جو دردناک مظالم ہوئے انہیں چھوڑ کر کیا واردھا اسکیم ہی آپ کانگریس سے منسوخ کرانے میں کامیاب ہوگئے ؟ جس کی پرزور مذمت تمام مسلم جماعتوں نے متفقہ طور سے کی ؟

جمعیتہ العلمائے ہند کا فارمولا :۔

کیا جمعیتہ العلمأ کا موجودہ فارمولا ہی کانگریس اور دوسری اقوام متعلقہ سے منظور کرالیا ہے یا محض ہوا پر قلعہ تعمیر کیا جارہا ہے پہلے جمعیتہ العلمأ ہند اپنا فارمولا کانگریس وغیرہ سے تسلیم کرائے تب دوسری مسلمان جماعتوں سے دریافت کیجیے کہ تم اسے تسلیم کرتے

ہو یا نہیں عجیب بات ہے کہ کانگریس میں دوسری اقوام غالبہ کی شرکت کے لئے تو ہم کو معاہدہ کی ضرورت نہیں مگر مسلم لیگ میں شریک ہونے یا اس کی تائید کرنے کیلئے جس کا دروازہ تمام مسلمانوں کیلئے کُھلا ہوا ہے۔ پہلے معاہدہ کی ضرورت ہے گویا مشرکین کی بات پر تو ہم اعتماد کر سکتے ہیں۔ لیکن مسلمانوں کے ساتھ کسی درجہ میں بھی حسنِ ظن باقی نہیں رکھ سکتے۔ مسلم لیگ کے شائع شدہ دستور میں یہ دفعہ موجود ہے کہ مسلمانوں کے تمام شرعی معاملات میں سُنیوں کے علمائے اور شیعوں کے مجتہدین کی رائیوں کو معتبر رکھا جائے گا۔ پھر سب وعدے اور اعلانات کی پابندی کرانا کسی طاقت ہی سے ممکن ہے مسلم لیگ میں جمہور اہل اسلام کی طاقت کو ساتھ لیکر وعدے وفا کرانے کا ہر وقت موقع ہے۔ کانگریس میں کبھی یہ امکان ہی نہیں بجز اس کے کہ اکثریت اپنے لطف و کرم سے ہم کو بھی زندہ رہنے کا حق عنایت فرما دے۔ کیا اس قدر واضح اور کُھلی ہوئی حقائق کی موجودگی میں کوئی مسلمان بشرط سلامتی ہوش و حواس یہ گمان کر سکتا ہے کہ چند منفرد و منتشر مسلمانوں کا کانگریس میں شریک ہو کر مسلم لیگ کے خلاف محاذ بنانا صحیح ہو گا۔ بار بار سوچئے اور فہم و دیانت سے کام لیجئے کیا بعید ہے کہ حق تعالیٰ صحیح حقیقت سب کے دلوں پر منکشف

فرما دے۔ اور جو موقع حسن اتفاق سے کلمہ گویوں کی تنظیم کا کفار مجاہرین کے مقابلہ پر اس وقت اللہ کی رحمت سے ہاتھ آگیا ہے وہ ضایع نہ جائے۔ سب مسلمان یکدل و یکزبان ہو کر اپنا متفقہ مطالبہ حکومت اور کانگریس دونوں کے سامنے رکھیں تو کس کی مجال ہے کہ دس کروڑ فرزندان توحید کی پُر قوت و پُر ہیبت آواز کو یوں ہی بے اعتنائی سے ٹھکرا دے۔ اور اگر ایسا ہو بھی تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اسے ٹھکرانے کے بعد وہ دنیا میں چین سے بیٹھ کر حکومت کرتے رہیں گے۔

جمہور مسلمانوں کا مطالبہ :-

یاد رکھئے مسلمان اب بیدار ہو چکا ہے اس لئے اپنی منزل مقصود معلوم کر لی ہے اور اپنا نصب العین خوب سمجھ لیا ہے وہ اس رستہ میں جان و مال نثار کرنے سے بھی دریغ نہیں کرے گا۔ خوش قسمتی سے بہت سے علمائے اُمت اور اکثر مشائخ طریقت نے مذہبی نقطہ نظر سے پاکستان کی حمایت و تائید کا بیڑہ اٹھایا ہے اور وہ اپنے پیروؤں کو برابر یہ تلقین کر رہے ہیں کہ پاکستان اور مسلم لیگ کو کامیاب بنانے کی انتہائی سعی کریں اور کسی رکاوٹ کو خاطر میں نہ لائیں کیونکہ اسوقت یہ مسلمانان ہند کی موت و حیات کا مسئلہ ہے اب ہم مضمون پاکستان

کو چودھری رحمت علی صاحب کے الفاظ پر ختم کرتے ہیں جو ترکی کی شہرہ آفاق خاتون خالدہ ادیب خانم کی کتاب "درون ہند" سے ماخوذ ہیں انہوں نے اسلامی ہند کی سیاست پر تبصرہ کرتے ہوئے پاکستان نیشنل تحریک پر ایک باب باندھا ہے اور اس سلسلہ میں چودھری صاحب سے پیرس اور لندن میں دو دفعہ ملاقات کی ہے۔ اور پاکستان کا باب انہی ملاقاتوں کا نتیجہ ہے۔ اس باب میں سے ہم چند سطور ذیل میں درج کرتے ہیں "ہماری تجویز ایک آزاد اور علیحدہ پاکستان کا تصور رہے ہے جو شمال کے پانچ صوبوں پر مشتمل ہے اور جس کا سیاسی درجہ دیگر مہذب اقوام کے برابر ہوگا ہمارا یقین ہے کہ یہ حل دونوں قوموں (پاکستان کے مسلمان اور ہندوستان کے ہندو) کے لیئے آبرومندانہ زندگی کا تحفظ کرے گا اور دونوں کو برطانوی شاہنشاہیت کا آلۂ کار بننے سے بچائے گا . . . . . ہم مسلمانوں کا ہندو اکثریت میں مدغم ہوجانا سیاسی موت کے مترادف ہوگا۔"
ملّی خودکشی کے معنی؟ :-

"کیا تاریخ عالم میں ایسی ایک بھی مثال ملتی ہے کہ ایک قوم نے ہمسایہ قوم کے اتحاد کے لیئے ملّی خودکشی کی ہو شکست ایک بری چیز ہے لیکن بغیر مقابلہ کے ہتھیار ڈال دینا گناہ عظیم ہے ہم جانتے ہیں

کہ برطانوی راج اور ہندو وطن پرستی اپنی مخصوص مصالح کی خاطر ہم سے متحدہ ہندوستان کے نام پر قومی خودکشی کی توقع رکھتی ہے۔ لیکن ایسا ہونا قبیل محالات سے ہے ہندوستان کو متحد کرنا علیحدہ بات ہے لیکن پاکستان کو غصب کرنا اور بات۔ یہ ہم کبھی گوارا نہیں کر سکتے....

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ہم کشمکش جہات میں چند در چند مصائب میں مبتلا ہیں۔ لیکن یہ درخشاں حقیقت ہم فراموش نہیں کر سکتے کہ ہمارے آباؤ اجداد نے اس سرزمین میں ان سے کہیں زیادہ عظیم الشان مصائب کا نہایت جوانمردی اور کامیابی سے مقابلہ کیا تھا ہمارا مستقبل پاکستان سے وابستہ ہے اور ہم اسے زندگی اور موت کا سوال سمجھتے ہیں ہمارا عقیدہ ہے کہ تقدیر نے ہمیں پاکستان کے تحفظ کے لیے انتخاب کیا ہے۔ اور یہ چیز آئندہ نسلوں کو ورثہ میں ملے گی۔

امروز شاید ہمارا مذاق اڑا سے لیکن ہماری آنکھیں صبح فردا کے اس دلفریب خندہ کا نظارہ کر رہی ہیں جس کے پردہ سے ہماری کامرانیوں کا مہر منیر طلوع ہوگا۔ اس صبح امید کی نمود تک ہم نومیدیوں کی شب تار کو اپنی قربانیوں کے نور سے روشن رکھیں گے اور اسلام کے سچے فرزندوں کی طرح ہر مصیبت کو خندہ پیشانی سے برداشت کریں گے دیگر اقوام عالم کی طرح ہمارے سامنے

ہی خدمت خلق کا معیّن مقصد ہے۔ اور وہ اسی صورت میں پورا ہو سکتا ہے۔ کہ ہم پاکستانی روح کو تزہ اور محفوظ رکھیں اندریں حالات اگر ہم قومیت متحدہ ہندیہ کے بہ خود غلط اور خطرناک نظریہ کے لیئے اپنے ہی قتل نامہ پر دستخط ثبت کر دیں تو یہ آیندہ نسلوں سے غداری اپنی تاریخ سے صریح ظلم اور انسانیت کے خلاف گناہ عظیم ہو گا۔

پاکستان کا نظام حکومت :۔

اب آپ نے سمجھ لیا کہ پاکستان کیا ہے۔ اگر یہ پاکستان بن گیا تو وہاں نظام حکومت کس قسم کا ہو گا۔ اس کے متعلق ہم سردست بدون تفصیلات میں جائے اُنہی اعلانات پر اکتفا کرتے ہیں جو آل انڈیا مسلم لیگ کے قائداعظم مسٹر محمد علی جناح اس کے جنرل سکرٹری نوابزادہ لیاقت علی خاں اور اسکی مجلس عمل کے صدر نواب محمد اسمٰعیل خان صاحب وقتاً فوقتاً کرتے رہے ہیں کہ سرزمین پاکستان میں قرآن کریم کے سیاسی اصول کی بنیادوں پر اسلام کی حکومت عادلہ قائم ہو گی جس میں تمام اقلیتوں کے ساتھ منصفانہ بلکہ فیاضانہ برتاؤ کیا جائے گا۔ ذمہ داران لیگ کے اعلانات پر اعتبار کرتے ہوئے مجھے اس قدر وضاحت کرنے کی اجازت دی جائے کہ یہ اعلیٰ اور پاک نصب العین ممکن ہے

بتدریج حاصل ہو۔ تاہم ہر دوسرا قدم جو اٹھایا جائے گا
انشاءاللہ پہلے قدم سے زیادہ مسلم قوم کو اس مجبوب نصب العین
سے قریب تر کرے گا۔ ہاں اس موقعہ پر میں یہ کہنے کی
جرأت ضرور کروں گا کہ پاکستان بنانے والوں کے لیئے
بہت ضروری ہے کہ وہ پہلے خود پاک بنیں۔ بلاشبہ پاکی
کے درجات ہیں اور اس کا کوئی نہ کوئی درجہ ادنی ترین مسلمان
کو بھی حاصل ہے۔ کیونکہ کفر و شرک کی نجاست سے وہ
بہر حال پاک ہوتا ہے مگر بانیان پاکستان کے لیئے بہت
ہی ادنی مرتبہ کی پاکی کفایت نہیں کر سکتی لازم ہے کہ پاکستان
قائم ہونے سے پہلے وہ زیادہ سے زیادہ پاکیزگی اپنے
اخلاق۔ اعمال۔ خیالات اور جذبات میں پیدا کریں۔ میں نے
میرٹھ کانفرنس کے خطبہ صدارت میں اس پر ذرا تفصیل
کے ساتھ متوجہ کیا ہے اور آج پھر کہتا ہوں کہ حقیقی معنی میں
پاکستان بنانے والی قوم کے لیئے ضرورت ہے کہ وہ خود پاکیزہ
اخلاق و اطوار کا نمونہ بنے اور اسی کے ساتھ تحصیل پاکستان
کے ذرائع و وسائل مہیا کرنے میں انتھک جد و جہد سے کام
لے۔ وہ ذرائع و وسائل کیا ہیں۔ اسکی تفصیلات تو حالات

کے اقتضاء سے وقتاً فوقتاً سامنے آتی رہیں گی۔ فی الحال تو ہماری تمام تر مساعی اس نقطہ پر مرکوز ہونی چاہیئے کہ ایک طرف حکومت اور دوسری جانب ہندوستان میں بسنے والی قوموں پر یہ ثابت کر دیں کہ یہاں کے جمہور مسلمانوں نے آخری طور پر فیصلہ کر لیا ہے کہ ہم پاکستان لے کر رہیں گے جس کا ثبوت پیش کرنا صرف مسلمان ووٹرز کے قومی احساس اور فرض شناسی پر منحصر ہے۔

مسلم لیگ کی درخشاں کامیابی۔

الحمد للہ والمنتہ کہ سنٹرل اسمبلی کے انتخابات میں انہوں نے بہت ہی صاف طور پر اس کا ثبوت پیش کر دیا۔ اب دوسرا مرحلہ شروع ہے اور محض تائید ربانی سے آثار ایسے پیدا ہیں کہ اس مرحلہ پر بھی ہمارا یہ دعوے جھوٹا ثابت نہ ہوگا ضرورت ہے کہ اس ایک دو ماہ میں مسلمان چین سے نہ بیٹھیں اور ہر فرد مسلم اپنی اپنی جگہ مطالبۂ پاکستان کو حق بجانب ظاہر کرنے کے لیئے . . . .

ہر امکانی کوشش عمل میں لائے۔ کاش جو مسلمان
اس مطالبہ سے علیحدہ ہیں۔ وہ بھی اس وقت متفق ہوتے۔ یا
کم از کم برسرپیکار نہ ہوتے تو بسہولت اور بلا ادنی مقابلہ کے ہمارا
یہ قومی نصب العین انگریز اور ہندو دونوں سے تسلیم کرایا جا
سکتا۔ خصوصیت کے ساتھ ہمارے احرار بھائی پہلے مسلم لیگ کے
ساتھ ہو کر ہندوستان میں کوئی مناسب زمین حاصل کر لیتے
پھر وہاں حکومت الٰہیہ کی مضبوط عمارت بنوانے کی خدمت پوری
قوت کے ساتھ انجام دیتے۔ افسوس کہ ایسا نہ ہوا۔ تجری الریاح
بما لا تشتہی السفن۔ واللہ غالب علی امرہ ولکن اکثر الناس
لا یعلمون۔ بہر صورت اس وقت مسلمانوں کا فرض ہے۔ کہ اس
معرکۂ انتخاب میں حصول پاکستان کے پیش نظر مسلم لیگ کی
آواز کو زیادہ سے زیادہ کامیاب اور مؤثر بنانے کی کوشش کریں۔
میں اس سے بے خبر نہیں کہ محض الیکشن کی کامیابی ہم کو پاکستان
نہیں دلوا سکتی۔ الیکشن ختم ہونے کے بعد دیکھنا ہے۔ کہ بین الاقوامی
سیاست اور ہندوستان کی سخت اضطرابی کیفیات کا اثر حکومت
برطانیہ کے دماغ و قلب پر کیا پڑتا ہے۔ اور ہماری ہمسایہ اقوام
کہاں تک ٹھنڈے دماغ سے جمہور مسلمین کے منصفانہ مطالبہ

پر غور کرتے اور اس پورے ملک کی بہتری اور امن و خوشحالی کا کس حد تک پاس و لحاظ رکھتے ہیں۔ اگر امن پسندانہ آزادی صلح و آشتی نیک خواہی اور خیر سگالی کے جذبات یہاں کی اقوام میں کارفرما ہوتے تو مسلمان آگے بڑھ کر جوش کے ساتھ اس کا خیر مقدم کریں گے۔ ورنہ جو غیر خوشگوار حالات پیش آئیں گے اُن کے لئے ہم کو بہر حال سینہ سپر ہونا پڑے گا۔

ہمارا قومی نعرہ:۔

اس موقع پر ہمارا قومی نعرہ وہ ہی ہوگا۔ جو روہیلکھنڈ کے آخری ہیرو حافظ رحمت خاں نے اپنے تاریخی خط میں شجاع الدولہ کو لکھا تھا کہ

"اگر صلاح دولت کیشاں بصلح ہمرنگ است بارک اللہ
وگر پسنیز و جنگ است۔ بسم اللہ۔!
جوان مردان تنابند از کسے روئے
ہمیں میدان ہمیں چوگان ہمیں گوئے"

حالات کا آخری نتیجہ کچھ بھی ہو اور اس منزل کے قطع کرتے ہیں کچھ بھی مصائب کسی طرف سے پیش آئیں۔ مگر ہندی مسلمان اب جاگنے کے بعد پھر سونے کا

اور اٹھنے کے بعد بیٹھ جانے کا ارادہ نہیں رکھتا۔

سینے میں دل آگاہ جو ہو کچھ غم نہ کرو ناشاد سہی
مشغول تو ہے بیدار تو ہے نغمہ نہ سہی فریاد سہی
ہر چند بگولا مضطر ہے اک جوش تو اس کے اندر ہے
اک وجد تو ہے اک رقص تو ہے بےچین سہی برباد سہی
وہ خوش کہ کروں گا قتل اسے یا قید قفس میں رکھوں گا
میں خوش کہ وہ طالب تو ہے میرا صیاد سہی جلاد سہی

یونینسٹ پارٹی کے مسلم ارکان سے خطاب :۔

اب رخصت ہونے سے پہلے مجھے دو لفظ اور کہنے دیجئے جو یہاں کی برسر حکومت پارٹی سے متعلق ہیں۔ میں ابھی تک یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ یونینسٹ پارٹی کے مسلم ارکان باوجود پاکستان کے حامی ہونے کے کس نوعیت کا اختلاف مسلم لیگ سے رکھتے ہیں۔ میں ایک غیر سیاسی آدمی ہوں۔ ایسے دقیق سیاسی اختلافات کا سمجھنا شاید میری دسترس سے باہر ہے۔ اخبارات وجرائد سے جو کچھ مجھے اندازہ ہوا۔ وہ یہ ہے کہ اصولاً اختلاف زیادہ شدید قسم کا معلوم نہیں ہوتا۔ مگر اس نے عملاً ایک سخت نوعیت اختیار کر لی ہے کیا پنجاب میں کوئی سمجھدار اور با اثر

ایسا نہیں جو اختلافات کی اس گتھی کو سلجھا سکے۔ اوس وخزرج کی ایک سو بیس سالہ جنگ کے اثرات کو اسلام کی ربانی تاثیر نے ایک آن میں ختم کر دیا تھا۔ کیا آج ہمارا مشترک جذبۂ اسلامیت اور اعلیٰ قومی مفاد کا تصور ایسے حقیر نزاعات کو ایسے نازک موقع پر ختم نہیں کر سکتا۔ ضرور کر سکتا ہے۔ مگر وہ ختم کرنا اُسی خداوند قدوس کے نام پر ممکن ہوگا جس کا واسطہ دینا الیکشن کے زمانہ میں جرم قرار دے دیا گیا۔ اکبر مرحوم نے شاید اسی دن کے لئے کہا تھا ؎

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانہ میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانہ میں

اب فرمایئے اگر گلینسی ہمارا خضر بن جائے۔ اور خضر راہ ہی راستہ سے ہٹانے لگے تو صحیح رہنمائی کی توقع کس طرح کیجا سکتی ہے بارے خدا کا شکر کہ مسلمانوں نے یہ سیاسی مہم سر کرنے کے لئے اپنا رہنما چن لیا ہے جس نے عظیم ترین قومی تنظیم کو ہر قیمت پر محفوظ رکھنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ حق تعالےٰ ہم سب کو صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق ارزانی فرمائیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ خُطبہ بلا ارادہ طویل ہوتا جا رہا ہے۔ اور

جمعیتہ علماء اسلام کے دوسرے اعلیٰ ترین مقاصد پر جو اس کے مفصل نظامنامہ کے پڑھنے سے آپ پر واضح ہوں گے اور جن کا تعلق محض ہنگامی صورت حال سے نہیں۔ میں اس پہ کوئی بحث نہیں کر سکا۔ اپنی اس تقصیر کا مجھے اعتراف ہے۔ لیکن وقتی مسئلہ نے بہت وقت لے لیا۔ ادھر طویل علالت کے اثرات سے میں اس قابل نہیں کہ مزید محنت برداشت کر سکوں۔ میں تھک چکا اور میرے خیال میں آپ بھی سنتے سنتے اکتا گئے ہوں گے۔ اس لئے آخر میں آپ کی قدر افزائی اور مہمان نوازی کے شکریہ کے ساتھ اس دعا پر ختم کرتا ہوں۔ اللھم انصر من نصر دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم واجعلنا منھم و اخذل من خذل دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ولا تجعلنا منھم۔

سبحان ربک رب العزت عما یصفون و سلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین۔

نوٹ:۔ میرٹھ کانفرنس کے خطبہ صدارت میں ایک

جزء زیر عنوان "ووٹروں سے خطاب" شائع ہو چکا۔ اگر آپ چاہیں اس خطبہ کا جزء بنا سکتے ہیں۔ کیونکہ اس کی ضرورت آج کل ہر جگہ ہے۔ اور مناسب سمجھیں تو علیحدہ بھی اس کو شائع کر سکتے ہیں۔

آخر میں میں مجلس استقبالیہ اور اس کے سرگرم عہدہ داران بالخصوص مولانا غلام مرشد صاحب صدر جمعیۃ علمائے اسلام پنجاب۔ خان صاحب چوہدری عبدالکریم صاحب جنرل سکرٹری مجلس استقبالیہ جمعیت العلما اسلام پنجاب اور ملک لال خاں صاحب آرگنائزنگ سکرٹری مجلس استقبالیہ جمعیت علمار اسلام و عزیزم مولوی محمد متین خطیب دیوبند نائب ناظم کل ہند جمعیۃ علمائے اسلام کا دلی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ جن کی ان تھک کوششوں اور قربانیوں سے یہ کانفرنس انعقاد پذیر ہو سکی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ان حضرات کے دلوں میں خدمت اسلام کا ایک بے پناہ جذبہ پیدا فرما دیا۔ جس کا اثر یہ ہے۔ کہ آج ہم اس قد[illegible] الشان اجتماع اپنے

سامنے دیکھ رہے ہیں۔ اگر یہ حضرات اپنے وقت عزیز کو اس قدر سرگرمی سے مفاد ملت کے لئے وقف نہ فرماتے۔ تو شاید ہم اپنے مقاصد کے حصول میں کامیاب نہ ہو سکتے۔ میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ انہیں بیش از بیش خدمتِ دین و ملت کی توفیق اور ہمت عطا فرمائے۔ اور اپنی نعمتوں سے مالا مال فرمائے آمین۔

شبیر احمد عثمانی دیوبندی

۲۶ جنوری ۱۹۴۶ء — ۲۱ صفر ۱۳۶۵ھ

شائع کردہ

مجلس استقبالیہ۔ جمعیۃ علمائے اسلام کانفرنس پنجاب

عبدالکریم روڈ۔ قلعہ گوجر سنگھ لاہور!
